الھدیٰ (197)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیات 33 تا 34)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝﴾

''اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو (حق داروں میں تقسیم کردو کہ) ہم نے ہر ایک کے حقدار مقرر کردیے ہیں۔ اور جن لوگوں سے تم عہد کر چکے ہو اُن کو بھی اُن کا حصہ دو' بیشک اللہ ہر چیز کے سامنے ہے۔ مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور اُن کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) خبرداری کرتی ہیں' اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) اُن کو (زبانی) سمجھاؤ' (اگر نہ سمجھیں تو) پھر اُن کے ساتھ سونا ترک کردو' اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو' اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر اُن کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔ یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔''

جب وارثوں کے حصے مقرر کردیے گئے تو سوال پیدا ہوا کہ رشتہ داری کے علاوہ محبت اور الفت کا تعلق ہوتا ہے' دوستی اور بھائی چارہ ہوتا ہے' کوئی منہ بولا بیٹا ہوتا ہے' تو کیا ان کو وراثت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ تو یہاں واضح کردیا گیا کہ ہم نے ہر ایک کے لیے وراثت میں سے حصہ مقرر کردیا ہے اُس مال میں جو والدین یا رشتہ دار چھوڑ جائیں۔ یعنی ان کے علاوہ کوئی دوسرا وراثت میں شریک نہیں۔ رہے وہ افراد جن کے ساتھ تم بھلائی کرنا چاہتے ہو مگر شرعاً وراثت میں اُن کا حصہ نہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ ہو (دوستی یا قلبی تعلق) تو اُن کو ان کا حصہ دے دیا کرو۔ یعنی اپنے حین حیات ایسے لوگوں کو کچھ دے دو۔ ہبہ کردو یا وراثت کے ایک تہائی حصہ میں جو تمہیں وصیت کا اختیار ہے اُس میں سے ایسے لوگوں کے لیے وصیت کر جاؤ۔ لیکن قانون وراثت طے شدہ ہے اور ''لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ'' کے اصول کی رو سے وارث کے حق میں وصیت بھی نہیں۔ یعنی ہر وارث کو طے شدہ حصہ ملے گا۔ مورث کسی وارث کے حق میں اُس کے مقررہ حصہ کے علاوہ مزید کسی شے کی وصیت نہیں کرسکتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔

اب وہ آیت آ رہی ہے جو مضمون کے اعتبار سے فیصلہ کن ہے مگر مغرب زدہ عورتوں کے حلق سے نہیں اترتی' بلکہ کانٹا بن کر اٹک جاتی ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ تمہید کے طور پر سورۃ البقرۃ میں آیا تھا: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾۔ پھر فرمایا: ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ﴾ یہ تمہید گویا ذہنی تیاری ہے اس آیت کی ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾۔ قَامَ بِ کا معنی ہے کسی شے کو قائم کرنا۔ دیکھیے اسی سورت میں آگے یہ الفاظ آ رہے ہیں: ﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ﴾ یعنی عدل کو قائم کرنے والے بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ مگر جب ''قَامَ'' کے ساتھ ''علیٰ'' آئے گا تو معنی ہوگا کسی کے اوپر مسلط ہونا' یعنی حاکم ہونا۔ گھر ایک ادارہ ہے' اس میں حاکم کی حیثیت مرد کو حاصل ہے۔ وہی خاندان کا سربراہ ہے' عورت نہیں۔ عورت کے حقوق اپنی جگہ مگر گھر میں اُس کی حیثیت وزیر اور مشیر کی ہے۔ گھر میں مرد چاہتا ہے اُس کی بات چلے' عورت چاہتی ہے اُس کی بات چلے' مگر دونوں کسی مسئلے پر متفق ہو جائیں تو بہتر' ورنہ عورت اپنے شوہر کو دلیل سے یا اپیل سے قائل کرے۔ اگر ایسا نہیں ہو رہا تو اب کس کی رائے چلے گی؟ ظاہر ہے مرد قوام ہے لہٰذا اُس کی رائے ہی چلے گی۔ تو اس سے عورت کو صدمہ ہوگا۔ اس کیفیت کو کم کرنے کے لیے ہی عورت کے اندر نسیان کا مادہ زیادہ رکھا گیا ہے تاکہ وہ ایسی باتوں کو جلد بھول جائے۔ قانون شہادت میں جہاں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے وہاں اس کی وجہ نسیان ہی بیان کی گئی ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ شوہر اپنی حاکیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر عورت پر ظلم ڈھاتا ہے اور اُس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ کے ہاں ایسے شخص کی بڑی سخت پکڑ ہوگی۔ یہ اپنی جگہ صحیح ہے مگر اسلام کا قانون یہی ہے کہ خاندان کے ادارے میں حاکیت مرد کی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کو فضیلت اس لیے بھی ہے کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں' یعنی عورتوں کی کفالت اُن کے ذمہ ہے۔ مرد مہر دیتا ہے' عورت مہر وصول کرتی ہے۔ عورت کی تمام مالی ضروریات کی ذمہ داری مرد پر ہے اور یہ اس کی فضیلت کا باعث ہے۔

نیک بیویاں کون ہیں؟ قرآن مجید میں اُن کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ اول نیک بیبیاں' دوم شوہروں کی فرمانبردار' سوم خاوند کی غیر حاضری میں اپنی عصمت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والیاں۔ نیز شوہروں کے راز محفوظ رکھنے والیاں اللہ کی حفاظت سے۔ جیسے رازق اللہ ہے مگر کام کر کے کمانا تو انسان کو پڑتا ہے۔

اور وہ خواتین جن کے بارے میں تمہیں سرکشی' ضد اور ہٹ دھرمی کا اندیشہ ہو کہ وہ بات نہیں مان رہیں اور گھر کی فضا خراب کی ہوئی ہے۔ عورت اس بات کو تسلیم نہیں کر رہی کہ وہ شوہر کی تابع فرمان ہے۔ اس کے نتیجہ میں گھر میں friction پیدا ہوگی' فساد مچے گا۔ تو ایسی صورت حال میں پہلے تو ان کو نصیحت کرو' پھر تنبیہ کے طور پر ان سے بستر الگ کرلو اور کچھ عرصہ کے لیے زن و شو کا تعلق بند کردو۔ اس پر بھی ٹھیک نہ ہوں تو اُنہیں مارنے کی بھی اجازت ہے۔ اس معاملے میں حضور ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ چہرے پر نہ مارا جائے اور کوئی ایسی ضرب نہ لگائی جائے جس کا جسم پر مستقل نشان پڑ جائے۔ یہ باتیں واضح الفاظ میں قرآن مجید میں موجود ہیں' ان کے بیان میں ہمارے لیے کوئی جھجک نہیں۔ گھریلو زندگی درست رکھنے کے لیے ضرورت پیش آئے تو ایسا کرنا ہوگا۔ ہاں اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر خواہ مخواہ زیادتی کرنا' غصہ نکالنا ٹھیک نہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلند' بہت بڑا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

دعوت و اصلاح کا کام

چودھری رحمت اللہ بٹر

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: ((فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ)) (بخاری و مسلم)

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی راہ راست پر چلنے کی توفیق دے دے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے اس سے کہ تجھے سرخ اونٹ ملیں''۔

12/8/05

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

نڈر اور بے خوف قیادت

بلدیاتی انتخابات کی تیاریاں زور وشور سے جاری ہیں۔ بینرز سڑکوں کے درمیان جھوم رہے ہیں اور پوسٹرز اور سٹکرز سے شہروں کی دیواریں اٹی ہوئی ہیں۔ ہر تصویر کے نیچے لکھا ہے نڈر اور بے خوف قیادت۔ یقیناً یہ قوم اور خصوصاً اس کی قیادت نڈر اور بے خوف ہو چکی ہے۔ پاکستان کو آزاد مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر ابھرے ہوئے آج اٹھاون برس مکمل ہو جائیں گے۔ نڈر اور بے خوف ہونے کا عمل پہلے روز سے شروع ہو گیا تھا۔ مسلم لیگ جو تحریک پاکستان کی قیادت کر رہی تھی مذہب اسلام سے اُن کا تعلق محض رسمی تھا۔ ایسے بہت سے شاہدین اب تک زندہ ہیں جو گواہی دیتے ہیں کہ مسلم لیگ کی ایگزیکٹو کونسل کا اجلاس جاری ہوتا تھا اور کئی نمازیں گزر جاتی تھیں الا ماشاء اللہ کوئی ممبر اس کا نوٹس لیتا تھا۔ پھر جب ایک عوامی نعرہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' سامنے آیا تو مسلم لیگ نے عوامی حمایت کے حصول اور تحریک کو مہمیز لگانے کی خاطر فوری طور پر اسے اپنا لیا۔

11 اگست 1947ء کی قائد کی تقریر کی جتنی بھی تاویلات کی جائیں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ میر کارواں کی زبان سے نکلے ہوئے بعض الفاظ سے مغربی جمہوریت اور تہذیب سے متاثر طبقے نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ 1951ء میں ایک بہت بڑا بریک تھرو ہوا۔ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کر کے اللہ رب العزت کو حاکم حقیقی تسلیم کر لیا اور اس نے واضح طور پر اعتراف کیا کہ: "Sovereignty belongs to almighty Allah" لیکن کون نہیں جانتا کہ یہ اسمبلی کے دل کی آواز نہیں تھی بلکہ ایک درویش کی دھمکی کا نتیجہ تھا۔ اس مردِ حر نے کہا ''اگر آج تم اس قرارداد کو منظور نہیں کرو گے تو میں گلی گلی اور محلہ محلہ جا کر کہوں گا کہ تم نے منافقت کی ہے اور مسلمانانِ ہند کو دھوکہ دیا ہے''۔

یہ اس درویش کا جذبہ اور خلوص تھا کہ ساری اسمبلی کی زبانیں گنگ ہو گئیں لیکن کیونکہ اسمبلی اور قیادت خلوص سے عاری تھی لہٰذا قرارداد مقاصد کبھی حقیقی معنوں میں نافذ العمل نہ ہو سکی۔ آج جو امیدوار اپنے نڈر اور بے خوف ہونے کا فخریہ اعلان کر رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آج سے نصف صدی پہلے اگر مولانا شبیر احمد عثمانی جیسی ہستی ہماری قیادت میں ڈر اور خوف نہ پیدا کر سکی تو آج کے دور میں ڈر اور خوف کون مائی کا لال ہماری قیادت میں پیدا کر سکے گا۔ اپنی تاریخ پر نگاہ ڈالیں ہم نے تو تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ بھی چلائی تھی لیکن شاید اس کا بھی اصل مقصد تھا بھٹو کی ٹانگ کھینچو اور ایک فوجی آمر کے وزیر مشیر بن جاؤ۔ اتنی مضبوط کرسی کا ٹوٹ جانا بھی ہم میں خوف اور ڈر نہ پیدا کر سکا۔ نڈر ہونا اور بے خوف ہونا اب ہماری قیادت نے معاشرے میں بھی منتقل کر دیا ہے۔ لہٰذا تاجر، ڈاکٹر، انجینئر، طلبہ، صحافی یہاں تک کہ چھابڑی فروش اور کلرک بادشاہ سب نڈر اور بے خوف ہو چکے ہیں۔ یہ نڈر اور بے خوف ہونا اللہ جانے ہمیں کہاں پہنچائے گا۔ اس لئے کہ محبوب رب العالمین نے تو مالک حقیقی کا یہ پیغام ہم تک پہنچا دیا تھا کہ دنیا اور آخرت کی فلاح کے لئے اپنے دل میں خوف رکھو اللہ کا اور ڈرو اُس دن سے جس دن چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور چھوٹی سے چھوٹی برائی ظاہر ہو جائے گی۔ جس دن نہ باپ بیٹے کے کام آ سکے گا نہ ماں بچہ سنبھالے گی۔ یہ نڈر اور بے خوف قیادت ہماری دنیا اور آخرت دونوں تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ خدارا سوچیے وہ کونسا طریقہ ہے جو ہمیں نڈر اور بے خوف ہونے سے بچا لے۔ یقیناً ایک ہی راستہ ہے اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیں اور فخرِ کائنات اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی سنت کی آنکھیں بند کر کے پیروی کریں۔ اُسی کی سیرت مطہرہ کی نقل کرتے ہوئے اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔ ہمارے زخموں پر وہی مرہم کا کام کرے گا باقی تمام نظریات اور اعمال بالآخر آگ کے اس گڑھے میں لے جانے والے ہیں جس سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔ اگرچہ حالات بہت ناسازگار ہیں لیکن مایوسی کفر ہے۔ پھر ہمارے پاس تو ایسی ہستی کی پیشین گوئی ہے کہ اسلام بالآخر غالب ہو کر رہے گا جس کی زبانِ مبارک سے حق کے سوا کچھ نکل ہی نہیں سکتا۔ ہمت مرداں مدد خدا!

''تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — شمارہ 29
11 تا 17 اگست 2005ء
5 تا 11 رجب المرجب 1426ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

سید قاسم محمود

بالِ جبریل کی ساتویں غزل

دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی — دلِ ہر ذرّہ میں غوغائے رستاخیز ہے ساقی
متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی! — یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟
وہی دیرینہ بیماری! وہی نامحکمی دِل کی! — علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی!
حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا — کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی!
نہ اٹھا پھر کوئی رومیؔ عجم کے لالہ زاروں سے — وہی آب و گلِ ایراںؔ وہی تبریزؔ ہے ساقی
نہیں ہے نااُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے — ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!
فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی — بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی

اِس غزل میں اقبال نے اپنی ملّت کی رُوداد نہایت دلکش انداز میں حضورِ باری میں پیش کی ہے، اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے نگاہِ کرم کی التجا کی ہے، جسے انہوں نے ''نم'' سے تعبیر کیا ہے۔ پوری غزل رمز و کنایہ کی فنی خوبیوں سے معمور ہے، اور اسی میں غزل کی دلکشی کا راز مضمر ہے۔

(1) دگرگوں: درہم برہم، تہ و بالا۔ تاروں کی گردش تیز: کنایہ ہے، بین الاقوامی واقعات و حالات میں تیز رفتار تغیر و تبدل سے۔ دلِ ہر ذرّہ: ہر ذرّے کے دل میں رستاخیز: قیامت۔ غوغائے رستاخیز: قیامت کا شور

مطلب یہ ہے کہ اے خدا! یہ بڑا نازک دور ہے جس میں سے اُمتِ مسلمہ گزر رہی ہے۔ دنیا کے حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ہر ذرّے کے دل میں یعنی ہر شخص کے دل و دماغ میں قیامت کا سا ہنگامہ برپا ہے۔

(2) اے خدا! جو لوگ تیرے پرستار تھے، اُن کا دین، اُن کے مذہبی عقائد بھی خطرے میں ہیں، اور حکمت و دانش اور علوم اسلامی بھی مٹ رہے ہیں۔ اور دین و دانش میں یہ زوال کا فرانہ مغربی تعلیم و تہذیب کی وجہ سے آ رہا ہے۔ اِس شعر میں اشارہ ہے انگریزوں کی اسلام دشمنی کی طرف، کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر نقصانات انگریزوں نے پہنچائے ہیں، اُن کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔ سب سے بڑا نقصان یہ پہنچایا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی عقائد و علوم سے بیگانہ کر دیا۔ اقبال اگر مصرع ثانی میں انگریزوں کے نام کی تصریح کر دیتے تو وہ اثر آفرین اور دلکشی پیدا نہ ہوتی جو استفہام سے پیدا ہو گئی ہے۔ اسی لیے تو علمائے معانی کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ کنایہ میں تصریح سے زیادہ بلاغت ہوتی ہے۔

(3) اے خدا! مسلمانانِ عالم آج جس مرض میں مبتلا ہیں، وہ نیا نہیں ہے۔ صدیوں سے مسلمانوں کے قلوب، ایمان و یقین کی لذت سے محروم ہو چکے ہیں۔ تیرے آخری رسول ﷺ نے انہیں عشق کا درس دیا تھا، لیکن صدیاں گزریں، وہ اِس سبق کو بھلا چکے ہیں۔ پس میں تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ پھر اپنے کرم سے عشقِ رسول ﷺ کی شراب (آبِ نشاط انگیز) پلا دے، تاکہ اُن کے اندر مستی اور جوش و حرارت پیدا ہو جائے۔ قرآن اور رسول ﷺ کے عشق کے بغیر ان کے مرض کا اور کوئی علاج نہیں ہے۔

(4) اے خدا! اِس میں شک نہیں کہ تیری ہستی کا ثبوت اِس کائنات کی ہر شے سے مل سکتا ہے۔ تیرا جلوہ ہر جگہ موجود ہے، لیکن ثبوت کو سمجھنے کے لیے عقل اور جلوے کو دیکھنے کے لیے نگاہ کی ضرورت ہے، اور مسلمان عرصۂ دراز سے اِن دونوں صلاحیتوں سے محروم ہو چکے ہیں، اسی لیے اہلِ حرم (مسلمانوں) کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تُو مسلمانوں کو عقل اور نگاہ کی دولت سے مالا مال کر دے۔

(5) اے خدا! اگرچہ اسلامی ممالک آج بھی موجود و قائم ہیں، ایران بھی موجود ہے اور تبریز اور دوسرے شہر بھی۔ لیکن صدیاں گزر گئیں، کوئی دوسرا رومی پیدا نہیں ہُوا جو مسلمانوں کو عقل کے ساتھ ساتھ عشق کا درس بھی دیتا، اور یہ بتاتا کہ محض عقل کافی نہیں ہے، بلکہ نگاہ و بصیرت بھی ضروری ہے۔ اس لیے میں دُعا کرتا ہوں کہ تُو اپنے فضل و کرم سے رومی کا مثیل مسلمانوں میں دوبارہ پیدا کر دے۔

(6) اے خدا! یہ سچ ہے کہ مسلمانانِ عالم اِس وقت انتہائی زوال اور پستی کی حالت میں ہیں، لیکن اس کے باوجود میں اُن کی طرف سے نااُمید نہیں ہوں۔ اگر تیری نگاہِ کرم اِن کی حالتِ زار پر مبذول ہو جائے تو دوبارہ دنیا میں سربلندی و سرفرازی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر کھیتی ویران اور اجاڑ ہو چکی ہے تو کیا ہُوا، مٹی تو بہت زرخیز ہے۔ مسلمان زوال پذیر اور تباہ حال ضرور ہیں، لیکن اِن کا عقیدہ تو خدائے واحد اور ختم المرسل ﷺ پر ہے۔ کلمہ تو بہرحال یہ تیرا اور تیرے رسول ﷺ ہی کا پڑھتے ہیں۔

(7) یہ تیرا خاص فضل و کرم ہے کہ تُو نے مجھ پر وہ حقائق و معارف کھول دیے ہیں، جن کی بدولت مسلمان دوبارہ دنیا میں سربلند ہو سکتے ہیں۔ اے خدا! اِن نعمتوں کے لیے میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا پیغام خسرو پرویز (شاہ ایران) کے خزانوں سے بھی بڑھ کر قیمتی ہے۔ شعر کا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ میرا کلام بلحاظ قدر و قیمت بادشاہت سے کم نہیں ہے اور میرے پیغام پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو گویا دولتِ پرویز حاصل ہو سکتی ہے۔ ✿✿

عقیدۂ توحید اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم دعوت چودھری رحمت اللہ بٹر صاحب کے 29 جولائی کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج مجھے سورۃ البقرہ کی آخری آیات کے متعلق بات کرنا ہے۔ حدیث میں ان تین آیات کی بہت فضیلت آئی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ معراج پر گئے تو وہاں جو دو خاص تحفے آپؐ کو عطا کیے گئے ان میں ایک تو نماز پنجگانہ ہے اور دوسرے سورۃ البقرہ کی یہ تین آیتیں۔ ان تینوں آیات میں ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ اللہ پر ایمان کہ اس کائنات میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ ایمان کا کیا تقاضا ہے؟ کن چیزوں کو ماننے کا نام ایمان ہے؟ ایمان لانے کے بعد انسان کا رویہ کیسا ہو؟ پھر یہ کہ ہر شخص کو صرف انہی باتوں کی جواب دہی کرنا ہوگی جن کا وہ مکلف تھا۔ اگر انسان سے کوئی بھول چوک ہوگئی تو اُس پر مواخذہ نہ ہوگا۔

ایمان کی وضاحت یوں ہے کہ ایمان دراصل اس کائنات میں حقائق کے علم کا نام ہے۔ یہ کائنات کیا ہے؟ یہ کس نے پیدا کی؟ اس کا مقصدِ وجود کیا ہے؟ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے؟ ایمان کے سرچشمے دو ہیں جہاں سے یہ حاصل ہوتا ہے۔ ایک ہے نورِ فطرت جو ہر شخص کے اندر موجود ہے۔ عہدِ الست اس کی دلیل ہے جب کل ارواحِ انسانی نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کہہ کر اقرار کیا تھا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ بعض اوقات ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ ہمیں تو وہ عہد یاد ہی نہیں۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ عہد یاد رکھنے والا نہیں بلکہ اس کو انسان کی فطرت کے اندر ودیعت کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

ہر انسان کسی نہ کسی کی بندگی کرنے والا ہے مگر جو فطرت کی گواہی اُس کے اندر موجود ہے وہ یہی بتاتی ہے کہ بندگی کے لائق صرف خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اب دنیاوی مفادات اُس کے اس فطری یقین میں کمزوری پیدا کرتے ہیں۔ پھر جس سے انسان نقصان کا اندیشہ رکھتا ہے اُس کے سامنے جھک جاتا ہے' حالانکہ نفع اور نقصان کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آج امریکہ کے پاس طاقت ہے۔ اُس کا ہر حکم ہم مان رہے ہیں اور اس کی نافرمانی کو ہلاکت سمجھ رہے ہیں' حالانکہ سارے کا سارا اختیار تو اللہ کے پاس ہے۔ یہ کائنات اللہ نے پیدا کی ہے' اُس نے اس میں کچھ اصول وضع کیے ہیں' مگر وہ قوانین بنا کر بے بس نہیں ہوگیا' وہ کسی بھی قانون کو تبدیل کر سکتا ہے' وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

دنیا میں کسی کی قوت سے مرعوب ہو جانا فطری امر ہے۔ اسی کے تحت دنیا میں مختلف نظریات پھیلے' وہ ڈارون کا نظریہ ہو یا کانٹ کا یا مارکس کا' ڈارون یہی کہتا ہے نا کہ یہاں تو قوتوں کی کشمکش چل رہی ہے۔ جس کے پاس زیادہ قوت ہوتی ہے وہ غالب آ جاتا ہے اور دوسرا فنا ہو جاتا ہے۔ گویا کمزور کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ بس اب پوری دنیا ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کے قانون پر چل رہی ہے۔ اسی کے تحت آج وہ تہذیب جس کے پاس طاقت ہے دوسری تہذیبوں کے وجود کو برداشت نہیں کر رہی اور انہیں نیست و نابود کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ مسٹر بلیئر کس کو شیطانی نظریہ قرار دے رہا ہے؟ بش کس کو کروسیڈ کہہ رہا ہے؟ یہی ہے تہذیبوں کا تصادم۔ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ یہاں اللہ کا دیا ہوا نظریہ نہیں چلنا چاہیے۔ اللہ کا قانون یہاں نافذ نہ ہو بلکہ صرف ہماری ہی تہذیب کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ لیکن اچھی طرح جان لیجیے کہ ہماری فطرت میں اللہ کا شعور رکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا پوچھا جائے گا کہ تم نے کس کو معبود مانا؟ کس سے ڈرتے رہے اور کس کی اطاعت کرتے رہے؟ جس کے پاس چند چیزیں جمع ہوگئیں' جس نے کچھ وسائل پر قبضہ جما لیا' بس اُسے تم نے مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ لیا اور خالقِ حقیقی تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا؟ حالانکہ اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کائنات کے اندر غور کرنا ضروری ہے تاکہ اللہ کی معرفت حاصل ہو اور زندگی اُسی کی فرمانبرداری میں گزرے۔

ایمان کا دوسرا سرچشمہ نورِ وحی ہے جو انبیاء کے ذریعے انسانوں تک پہنچتا رہا ہے۔ نورِ وحی کے ذریعے ہمیں اُن چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے جو حواسِ خمسہ کے ذریعے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہاں اس کی تفصیلات بتائی جا رہی ہیں کہ ہمارے رسول بھی اس پر ایمان لائے۔ ہم نے تو قرآن اترتے نہیں دیکھا ہمیں تو یہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے پہنچا ہے اور رسول اللہ ﷺ وہ ہیں کہ وحی نبوت سے پہلے آپ صادق اور امین کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ پس آپ ﷺ کی سچائی کی بنیاد پر اللہ پر ایمان لانا آسان ہوا۔ اب رسولؐ کے ذریعے سے ہم پر حقائق واضح ہوتے گئے۔ نورِ وحی ہمارا راہنما ہوا۔

اس نورِ وحی یعنی قرآن مجید کی تعلیمات کو اس بنا پر دقیانوسی کہنا پرلے درجے کی حماقت ہے کہ یہ کتاب چودہ سو سال پرانی ہے اور اس کے ماننے والے ہمیں پیچھے لے جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ اس کتاب کے متن کی حفاظت اسی لیے تو کی گئی ہے کہ یہ ہر زمانے میں تروتازہ رہے گی۔ یہ اللہ کا کلام ہے جو زندۂ جاوید ہستی ہے' اس کا کلام بھی ہمیشہ رہنے والا ہے۔ مگر آج حال تو یہ ہو چکا ہے کہ مغربی اقوام کی ترقی نے ہمارے یقین کو متزلزل کر دیا ہے۔ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ مغرب کی نقالی کریں گے تو ہمارا مقام بنے گا۔ جب خود حاملین کتاب کے اندر بے یقینی پیدا ہو جائے گی تو وہ دوسروں کو کیا دعوت دیں گے؟ یاد رکھیے حق کسی کے چھپائے نہ چھپ سکتا ہے نہ بدلائے بدل سکتا ہے۔ اللہ کی ہدایت قرآن کی صورت میں صحیح سالم موجود ہے۔ جو عمل کرنا چاہتا ہے کرے' جو نہیں کرنا چاہتا نہ کرے' اس معاملے میں کسی پر جبر نہیں۔

یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ سب سے پہلے رسول ایمان لائے کہ یہ اللہ کا کلام ہے' پھر دوسروں کو اس کی طرف دعوت دی۔ دعوت دینا پیغمبر کا فریضہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وقت کے پیغمبر کو بڑے شہر میں بھیجتا ہے تاکہ پیغام سب لوگوں تک پہنچ جائے۔ رسول اللہ ﷺ کو اُم القریٰ مکہ میں بھیجا گیا تاکہ آپؐ کے ذریعے اللہ کا پیغام سارے عرب تک پہنچ جائے۔ تو سب سے اول اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ اکیلا ہے اور اپنی ذات و صفات میں بے مثل ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے' وہ مارتا ہے' وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُس کے اقتدار اور اختیار کی کوئی حد نہیں۔ جو وہ کرنا چاہے کوئی اُس کو روک نہیں سکتا۔ کائنات میں اُس کی مشیت اس قدر حاوی ہے کہ درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اُس کو علم نہ ہو۔ وہ چھپی

اور ظاہر ہر چیز کو جانتا ہے۔ کائنات کا سارا انتظام وہی چلا رہا ہے۔ اگر ان صفات کے شعور کے ساتھ انسان اللہ کو مانے گا تو پھر وہ اس کی طرف رجوع بھی کرے گا۔ اُسی سے مانگے گا' اسی کی بندگی کرے گا۔ اللہ کی حمد بیان کرنے اور شکر ادا کرنے کا طریقہ نماز ہے جس میں رکوع' سجدہ اور تسبیح ہے۔

اللہ کی قدرت ہر جگہ عیاں ہے۔ مختلف رنگوں کے پھول' انواع و اقسام کے پھل' لاکھوں قسم کے ذائقے اسی نے پیدا کیے ہیں۔ سائنسدان نئی نئی چیزیں ایجاد کر رہے ہیں مگر وہ قوانین فطرت جان کر اُن سے فائدہ اٹھاتے اور نت نئی نئی چیزیں discover کر رہے ہیں۔ ان موجدوں کو تحقیق کی صلاحیت اُسی نے دی۔ لہٰذا وہی اصل تعریف کا مالک ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے اور جو تم کرتے ہو اُسے جانتا ہے۔ اُس کے سامنے پیشی ہونی ہے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے صلاحیتوں اور وسائل کو کہاں خرچ کیا۔ یہ کائنات اُس نے بامقصد پیدا کی ہے' وہ الحکیم ہے' اُس کا کوئی کام بے مقصد نہیں ہے۔

لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر امت وسط کے ساتھ تعلق کو ہی ذریعہ نجات سمجھ لیتے ہیں اور اس طرح اُن کے اندر اللہ کا خوف نہیں رہتا۔ اس عقیدے کی بھی قرآن میں جا بجا نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جزا و سزا کا بندوبست کر رکھا ہے۔ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ یہاں نیکی کرنے والوں کو آخرت میں اچھا بدلہ ملے گا اور برائی کرنے والوں کو سزا ملے گی۔ اُس دن تمام کارناموں اور کرتوتوں پر مشتمل نامۂ اعمال انسان کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ شیطانی وسوسوں کے تحت انسان محاسبے کو بھول جاتا ہے اور یہ تصور کر لیتا ہے کہ اس اُمت کو تو بخش ہی دیا جائے گا۔

واضح رہے کہ بدلہ دیتے وقت وہ ظلم ہرگز نہ کرے گا۔ آسمانوں اور زمینوں کا علم اُس کے پاس ہے۔ وہ تمہارے ارادوں سے بھی واقف ہے۔ جس شخص کو دنیا میں خوشحالی ملتی ہے اور اُس کی امنگیں پوری ہوتی ہیں تو اپنے کو بڑا عقلمند سمجھ لیتا' سرکشی پر اُتر آتا اور فرائض سے کوتاہی کرتا ہے' کیونکہ دنیا میں اُس کی گرفت نہیں ہو رہی ہے' حالانکہ اعمال کا بدلہ تو آخرت میں ملے گا۔ یہاں تو چوری کرنے والے اور ڈاکہ ڈالنے والے کی ٹانگ نہیں ٹوٹتی۔ دنیا میں بھی کبھی کبھی قوموں پر عذاب بھیجا گیا ہے مگر وہ بھی رسول مبعوث کرنے کے بعد اور دوسروں کی تنبیہ کے لیے۔ ورنہ جزا و سزا تو آخرت کا معاملہ ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی قدرت لامحدود ہے۔ وہ اسباب کا محتاج نہیں' جو کچھ جب کرنا چاہے وہ صرف "کُن" کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ "سَمِعْنَا" کے ساتھ "اَطَعْنَا" بھی ضروری ہے' کیونکہ اصل چیز علم نہیں اطاعت ہے۔ زبانی دعوؤں کی کوئی حیثیت نہیں۔ قیامت کے دن وہی ایمان کام آئے گا جس کے ساتھ فرمانبرداری ہوگی۔ دیکھیے قرآن مجید میں بار بار اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے الفاظ آتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ ہم اُن کی طرف نہ جائیں جن کے پاس وسائل ہیں بلکہ اللہ کے فرماں بردار بن کر زندگی بسر کریں۔ قوم کی قسمت بدلنے کا یہی طریقہ ہے۔ ورنہ غیروں کے محتاج رہیں گے

(تلخیص: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ)

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE

Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

داخلے جاری ہیں

Classes:

- FA (Arts Group)
- FA (General Science)
- I.Com (Banking/Computer)
- ICS (Math+Stat+Computer Science)
- BA (Ecomomics+Maths)
- BA (Other Combination)

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- وسیع و عریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- مثالی نظم و ضبط
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج ۱۹۱ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور ☎ : 5833637

ہمارے یہ بادشاہ گر

محمد سمیع، کراچی

ایجنسیز اور اسٹیبلشمنٹ وہ اصطلاحات ہیں جن کا تذکرہ ہمارے اکثر سیاست دان کرتے رہتے ہیں اور اس حوالے سے ان کا انداز ہمیشہ شکوے کا ہوتا ہے۔ ایجنسیاں ہمارے ملک میں سیاست دانوں کی پرورش کرتی ہیں۔ انہیں بام عروج پر پہنچاتی ہیں اور ان میں سے کچھ وہ سیاست دان ہوتے ہیں جو ملکی ایجنسیوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیر ملکی ایجنسیوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور ملک کی سالمیت کے حوالے سے ان کی شخصیتیں مشکوک ٹھہرتی ہیں۔ جہادی تنظیموں کے خلاف' جن کے بارے میں یہ خیال عام ہو چکا ہے کہ ان کا وجود بھی انہی ایجنسیوں کا مرہون منت ہے' ایکشن لیتے وقت ہمارے صدر نے یہ تاثر دیا تھا کہ یہ ریاست کے اندر ریاست کا کردار ادا کر رہی ہیں اور وہ (صدر) حکومت کی رٹ بحال کرنا چاہتے ہیں۔ راقم نے چند معروف سیاستدانوں کے انٹرویوز کے اقتباسات کو اس مضمون میں جمع کیا ہے جن کے مطالعے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایجنسیاں بھی ریاست کے اندر ریاست کا کردار ادا کر رہی ہیں لیکن ان کا کردار اتنا مضبوط ہے کہ حکومتیں ان کے آگے بالکل بے بس نظر آتی ہیں۔ حال ہی میں امریکی پریس کے حوالے سے آئی ایس آئی میں شعبۂ افغانستان کے خاتمے اور شعبۂ کشمیر کو محدود کیے جانے کی اطلاع آئی ہے اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت نے ایجنسیوں کے خلاف اقدام کے آغاز کی جرأت کر ڈالی ہے۔ اگرچہ حکومت کی جانب سے مذکورہ خبر کی تردید بھی شائع ہو چکی ہے لیکن سیاست میں جس بات کی تردید آ جائے اس کے ثقہ ہونے پر عموماً مہر تصدیق ثبت ہو جاتی ہے۔ تو آیئے ہم سیاست دانوں کے انٹرویوز کے اقتباسات کا جائزہ لیتے ہیں۔

روزنامہ جسارت میگزین مورخہ 12 نومبر میں نوابزادہ نصر اللہ خان کے انٹرویو سے اقتباس:

ملکی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "1988ء میں جماعتی بنیادوں پر انتخابات ہوئے لیکن ان میں بھی بالادستی تمام معاملات میں فوج کے پاس رہی۔ اب جنرل حمید گل نے امریکہ میں جا کر کہا ہے کہ آئی جے آئی میں نے بنوایا تھا یعنی آئی ایس آئی نے سیاسی اتحاد قائم کروایا۔ میں نے ہمیشہ ایک بات کہی ہے کہ جتنے بھی سیاسی اتحاد قائم ہوئے ہیں ان میں آئی ایس آئی کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"۔

روزنامہ جنگ سنڈے ایڈیشن مورخہ 10 فروری 2002ء سے نواز شریف کے انٹرویو سے اقتباس:

"آئی ایس آئی کا رول بہت بڑھ چکا ہے۔ یہ ایجنسی حکومت کے ماتحت کام نہیں کرتی۔ بے نظیر بھٹو کو بھی یہی گلہ ہے۔ آئی ایس آئی نے پورے ملک کے نظام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ فوج کا چیف آف اسٹاف عہدہ سنبھالنے کے بعد اپنے آپ کو بادشاہ یا سپر پرائم منسٹر سمجھنے لگتا ہے"۔

روزنامہ جنگ مورخہ 24 اگست 2000ء سے بے نظیر بھٹو کے انٹرویو سے اقتباس:

"حمید گل صاحب جانتے ہیں کہ میاں صاحب کو اقتدار میں کون لایا تھا۔ انہیں جرنیل لائے تھے' حمید گل صاحب لائے تھے اور انہوں نے مجھے 1990ء میں لاڑکانہ میں فون کر کے یہ کہا بھی تھا یہ بات تو خود انہوں نے اب بھی کہی ہے مگر ساتھ ہی کہا ہے کہ میں نے بی بی سے کہا تھا کہ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں نے آئی جے آئی کیوں بنوائی تھی"۔

روزنامہ نوائے وقت سنڈے میگزین مورخہ 9 اپریل 2000ء سے اصغر خان کے انٹرویو سے اقتباس:

"اس وقت سیاست میں آئی ایس آئی کا جو کردار ہے اس کی بنیاد اس وقت پڑی جب بھٹو نے 1976ء میں آرڈر پاس کیا تھا کہ آئی ایس آئی کو براہ راست وزیر اعظم کے ماتحت ہونا چاہئے۔ اس کا تعلق فوج سے ختم کر دیا۔ آئی ایس آئی تو درحقیقت فوجی تنظیم ہے۔ انہوں نے باقاعدہ وردی پہنی ہوتی ہے مگر ان کا جنرل ہیڈ کوارٹر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی جائنٹ سروسز ہیڈ کوارٹرز سے کوئی تعلق۔ یہ شعبہ براہ راست وزیر اعظم کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس کا چارٹر یہ ہے کہ آپ سیاست دانوں کو پیسہ دیں گے۔ انتخابات میں مثبت نتائج کے لئے ٹیکنیکل سپورٹ دیں گے۔ مجھے یہ سب کچھ معلوم ہوا تو میں یہ معاملہ سپریم کورٹ میں لے گیا۔ یہ بات ہے کہ 1970ء کے بعد ہر انتخاب میں دھاندلی ہوئی ہے۔ ہمیں اس وقت پتہ نہیں لگا۔ اب پتہ لگا ہے۔ میاں صاحب (نواز شریف) نے پیسے لیے کروڑوں روپے لیے اس لیے میں نام نہیں لیتا۔ بہرحال جب میں نے کیس کیا اور اپنے دلائل پیش کرنا چاہے انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہاں ایک بہت معروف وکیل تھے۔ وہ کسی اور کے مقدمے میں آئے ہوئے تھے۔ اس نے کہا آپ ایئر مارشل کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ کئی قانونی نکات میں آپ ان کی مدد کریں۔ اس نے کہا جی میں تیار ہوں۔ میں نے کہا جناب یہ بڑا مہنگا وکیل ہے اس کی فیس میں نہیں دے سکتا تو اس نے کہا فیس کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں پیسہ نہیں لوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے بڑی مہربانی۔ تین دن بعد مجھے پتہ چلا کہ اس نے 35 لاکھ اسی دن لے لیے تھے آئی ایس آئی سے۔ تو جناب بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے پیسے نہ لیے ہوں۔ یہ پیسے کروڑوں میں ہیں۔ کیس ابھی چل رہا ہے ختم نہیں ہوا۔ میں جنرل پرویز مشرف سے کہتا ہوں کہ وہ چیف ایگزیکٹو ہیں۔ آرڈر کریں کہ آئندہ آئی ایس آئی کا پاکستان کی سیاست میں کوئی رول نہیں ہوگا۔ آئی ایس آئی اچھی تنظیم ہے مگر اس کا کام کوئی اور ہے' اندر کی سیاست نہ کریں۔ آئی ایس آئی اس وقت جنرل پرویز مشرف کے ماتحت ہے وہ آرڈر کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ عدالت میرے حق میں فیصلہ کرے گی"۔

روزنامہ جنگ سنڈے میگزین مورخہ 19 اگست 2001ء سے ڈاکٹر مبشر حسن کے انٹرویو سے اقتباس:

"وہ ایجنسیاں تو بھٹو صاحب کو اطلاعات دیتی تھیں اور ایجنسیوں کو اختیار اس لیے دیا ہوا تھا کہ بھٹو صاحب سمجھتے تھے کہ اصل حکومت تو انہیں کی ہے۔ میں نے تو 1977ء میں بھٹو کے کمرے میں لگے ہوئے ٹیلی فون سیٹ سے ریکارڈنگ کے آلات نکال کر دکھائے۔ اس موقع پر نصرت بھٹو نے کہا کہ ایسے آلات تو ہمارے اور بچوں کے فون میں بھی لگے ہوئے ہیں۔ تو ایک طرح سے حکمران انٹیلی جنس اداروں کے سامنے بے بس ہوتے ہیں"۔

روزنامہ جنگ سنڈے میگزین مورخہ اگست 2001ء سے سید اعتزاز احسن کے انٹرویو سے اقتباس:

اس سوال کے جواب پر کہ آئی ایس آئی کو تو فوج کنٹرول کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کسی حد تک' مکمل حد تک نہیں' آئی ایس آئی میں ریٹائرڈ فوجی بھی کام کرتے ہیں۔ آئی ایس آئی ایک ایسا ادارہ ہے کہ جس کا سربراہ تو فوج سے آتا ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ اس کی پوری باڈی اس کو اعتماد میں لے رہی ہو۔ مثال کے طور پر محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے پہلے دور میں جنرل شمس الرحمٰن کو سربراہ لگایا تھا۔

ان کو آئی ایس آئی والے رپورٹ ہی نہیں کرتے تھے اور نہ ان کو اعتماد میں لیتے تھے۔ نواز شریف نے جنرل ضیاء الدین کو لگایا۔ ضیاء الدین بے چارہ تو ''جس کے بارے میں خبر دیتی تھیں بجلیاں وہ بے خبر نکلے'' کے مصداق جن کو سب خبر ہونی چاہئے کہ ان کو اپنی خبر نہ تھی وزیراعظم اگر نیا چیف آف اسٹاف لگاتے تو کیا ہوگا وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے۔ لگتا ہے جنرل ضیاء الدین ان فیصلوں میں شریک ہی نہیں تھے''۔

روزنامہ نوائے وقت سنڈے ایڈیشن مورخہ 26 نومبر 2000ء کے چودھری شجاعت حسین کے انٹرویو سے اقتباس:

''دیکھیں۔ جب اسلامی جمہوری اتحاد کا قیام عمل میں آیا میری جنرل حمید گل سے ذاتی واقفیت نہیں تھی' میرا ان کے ساتھ براہ راست رابطہ بھی نہ تھا۔ اس لیے اس حوالے سے ان کے ساتھ بات کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ باقی لوگ تو کہتے ہیں کہ آئی ایس آئی والوں نے سیاستدانوں میں پیسے بانٹے تھے۔ اصغر خان نے اس حوالے سے سپریم کورٹ میں اپیل بھی کی ہوئی ہے۔ مرزا اسلم بیگ کا ذکر بھی آتا ہے۔ میں نے اس بارے میں بھی بات تو نہیں کی۔ ہے نہ میں رازوں سے پردہ اٹھانے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ لیکن آج آپ کے سوال کے جواب میں یہ بتانا چاہوں گا یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ جب خفیہ ایجنسیوں والے سیاستدانوں میں پیسے بانٹ رہے تھے تو مجھے اور پرویز الٰہی کو بھی آفر کی گئی لیکن میں نے اور چودھری پرویز الٰہی نے انکار کر دیا۔ یہ بات آپ لکھیں کہ دوسروں نے پیسے لیے ہم نے انکار کر دیا''۔

روزنامہ جنگ سنڈے میگزین مورخہ 18 اکتوبر 2000ء میں الطاف حسین کے انٹرویو سے اقتباس:

''1983ء میں بریگیڈیئر امتیاز آئی ایس آئی میرے پاس شہید عباسی ہسپتال میں روپوں کا بریف کیس لے کر آئے اور کہا کہ جنرل حمید گل نے یہ رقم بھیجی ہے۔ میں نے کہا کس مقصد کے لئے۔ انہوں نے کہا کہ جو بچے شہید ہوئے ہیں ان کے لیے۔ میں نے کہا میں کیمپ لگواتا ہوں آپ بانٹ دیجیے۔ کہنے لگے ہم تو بیچ میں نہیں آتے۔ میں نے کہا کسی پیش امام کو بلوا کر اس سے تقسیم کروا دیجیے۔ شاید 50 لاکھ روپے تھے اور ساتھ کہا جا رہا تھا کہ یہ پہلی قسط ہے۔ میں نے کہا بقول آپ کے ایم کیو ایم تو بھارتی ایجنٹ ہے تو بریگیڈیئر امتیاز نے کہا ہم نے سب تحقیق کر لی ہے۔ یہ سب غلط تھا۔ بریگیڈیئر امتیاز نے کہا جی ایچ کیو آپ سے خوش ہو گیا۔ میں نے کہا میں محب وطن ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ بالکل ہو گیا۔ میں نے کہا کیا رقم رکھے بغیر محب وطن ہو سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نہ پلاٹ لوں گا' نہ رقم لوں گا اور نہ خیرات لوں گا۔ مجھے صرف کام کرنے کی اجازت دیں''۔

اسٹیبلشمنٹ کی تعریف بیان کرتے ہوئے الطاف حسین نے روزنامہ امن مورخہ 5 مئی 2001ء کے انٹرویو میں کہا:

''جب ہم اسٹیبلشمنٹ کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے وہ طاقت آتی ہے جو فوج کہلاتی ہے۔ اس کا اور اس کی ایجنسیوں کا اسٹیبلشمنٹ میں سب سے زیادہ مضبوط حصہ رہتا ہے۔ پھر سول بیوروکریسی ہے اس کے بعد جاگیردار ہیں جو ہر دور میں اقتدار میں رہتے ہیں۔ پاکستان کے اہل ثروت' دولتمند' ایلیٹ کلاس کے لوگ ہیں۔

آئی ایس آئی کے کردار کے بارے میں انہوں نے اس انٹرویو میں کہا: ''آج بے نظیر بھٹو کہتی ہیں کہ آئی ایس آئی وزیراعظم کے تحت ہے اور نہ ہی صدر کے تحت حتیٰ کہ چیف آف آرمی اسٹاف کے تحت بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جو بات آپ نے کہی تھی کہ فوج الگ اور آئی ایس آئی الگ تو یہ درست ہے کیونکہ فوج الگ اور آئی ایس آئی الگ طریقے سے کام کرتی ہے۔ اور آئی ایس آئی شروع ہی سے الگ طریقے سے عمل کرتی چلی آئی ہے وہ کبھی سربراہ فوج کے تحت نہیں رہی۔ آئی ایس آئی تو آج اتنی بڑی عجیب و غریب شکل اختیار کر چکی ہے کہ اس کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اس کے بارے میں سوچنا فوج کے جرنیلوں کا کام ہے۔ جرنیلوں کو فیصلہ کر لینا چاہئے کہ آئی ایس آئی فوج کی ایک انٹیلی جنس سروس ہے یا فوج سے ہٹ کر فوج میں ہی ایک خود مختار ادارہ ہے۔ اس کی وضاحت فوجی جرنیلوں کو کرنا چاہئے''۔ جنرل حمید گل کی جانب سے 50 لاکھ روپے کی آفر والی بات کا اعادہ کرتے ہوئے اس انٹرویو میں انہوں نے کہا: آفر کی پیشکش کو مسترد کئے جانے پر یہ بات شاید حمید گل کو بہت بری لگی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے فائلوں میں لکھا کہ الطاف حسین دیگر سیاستدانوں کی طرح بک نہیں سکتا۔ اس کو کبھی فوج اور ملک کا دوست نہ سمجھا جائے۔

روزنامہ نوائے وقت سنڈے میگزین مورخہ 20 جنوری 2002ء کے جسٹس (ر) سید سجاد علی شاہ کے انٹرویو سے اقتباس:

''اس سوال کے جواب میں کہ ''حکومت کہتی ہے کہ نواز شریف اور بینظیر بھٹو کو نہیں آنے دیں گے۔ آخر پھر تھرڈ فورس کیسے ابھرے گی؟ کون لائے گا؟ سجاد علی شاہ نے کہا: ''فرسٹ فورس ہو' سیکنڈ یا تھرڈ ساری ایجنسیاں بناتی ہیں۔ الیکشن صحیح نہیں ہوتے۔ منظم طریقے سے دھاندلی کرائی جاتی ہے۔ یہ پہلے طے ہوتا ہے کہ کون آئے گا اور کون نہیں آئے گا۔ سارا کھیل ایجنسیوں کے ہاتھ میں ہے۔ ایجنسیاں فیصلے کرتی ہیں۔ کس نے آنا ہے کس نے نہیں آنا ہے۔ کسی فورس کو عوام نہیں بناتے ایجنسیاں بناتی ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ افغان جنگ کے بعد بحث چل نکلی ہے کہ ایجنسیوں کا رول محدود ہونا چاہئے۔ آئی ایس آئی کو اپنے دائرۂ کار کے اندر رہنا چاہئے؟ سید سجاد علی شاہ نے کہا ''آئی ایس آئی کا سیاسی سیل ہے جو سیاست کو ڈیل کرتا ہے۔ آئی ایس آئی کا ہیڈ وزیراعظم کو جواب دہ ہے۔ اب تو چیف آف آرمی سٹاف ہی وزیراعظم (چیف ایگزیکٹیو) صدر ہے۔ اس نے ساری ٹوپیاں پہن رکھی ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس ملک میں کوئی قاعدہ قانون نہیں ہے۔ ہر کام کے لیے قانون ہونا چاہئے۔ ایجنسیاں کس کس طرح کام کرتی ہیں' جائز کرتی ہیں' ناجائز کرتی ہیں اس کے لیے باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہئے۔ پارلیمنٹ کے اندر قانون سازی ہو۔ بھارت کی را ہے' اسرائیل کی موساد ہے' ان کا دائرہ مقرر ہے جو قانون کے تحت ہے' ہمارے ہاں تو فری فار آل ہے۔

عمران خان کا نقطۂ نظر اس بارے میں مختلف ہے جو انہوں نے ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل مورخہ 8 نومبر 1996ء میں اپنے ایک انٹرویو میں بیان فرمایا تھا۔ اس سوال کے جواب میں کہ: ہمارے ہاں ایک سسٹم ہے کہ حکومت تو سول ہوتی ہے لیکن اختیارات اصل میں بعض دیگر قوتوں کے پاس ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ''یہ غلط بات ہے۔ دراصل جو حکمران یہ تاثر دیتے ہیں وہ مراعات اور فوائد تو خوب خوب سمیٹتے ہیں لیکن کام کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دیتے ہیں اگر ایسا ہے تو انہیں استعفیٰ دے دینا چاہئے''۔

آیئے اب آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل کا نقطۂ نظر جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اقتباس اس انٹرویو کا ہے جو انہوں نے روزنامہ جنگ کے سنڈے ایڈیشن مورخہ 16 جنوری 2001ء کو دیا:

''آئی ایس آئی بنانے میں میں واحد آدمی نہیں تھا۔ لیکن میں دوسروں کے نام نہیں لوں گا۔ مجھ پر الزام آ رہا ہے آنے دیں میں کسی کا نام نہیں لوں گا۔ میں ایک نظام کا حصہ تھا اور اس وقت فیصلہ کرنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا' مجھ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آئی جے آئی بنانے میں میرا کردار تھا۔ میں یہ الزام اپنے سر لیتا ہوں۔ لیکن میں وضاحت کے طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب 17 اگست کو ضیاء الحق کا طیارہ تباہ ہوا تو آج کے بڑے بڑے سیاستدان ہیں' یہ ہم سے بھیک مانگتے تھے کہ الیکشن نہ ہونے دیں اور ہم کہتے تھے کہ نہیں الیکشن ہونے چاہئیں۔ جمہوریت بھی آئے لیکن انتقام کا سلسلہ نہ شروع ہو جائے۔ کیونکہ ادارے میں خدشہ تھا کہ ایک پارٹی کی حکومت آنے سے انتقام کا

سلسلہ نہ شروع ہو جائے۔ دوسری طرف دائیں بازو کے لوگ جنہوں نے گیارہ سال اس نظام میں پرورش پائی تھی انہیں بھی خطرات تھے۔ وہ تخریب پر آمادہ تھے اور ان کا کہنا تھا کہ اگر دوسری جماعتوں کو فری ہینڈ دیا گیا تو انہوں نے بھی چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔ ہمارے پاس چوائس یہ تھی کہ جمہوریت بھی آئے اور مارشل لاء بھی نہ لگانا پڑے۔ فوج کو ٹیک اوور بھی نہ کرنا پڑے۔ فوج کے لیے اس وقت سب سے آسان راستہ یہ تھا کہ فوج اقتدار سنبھال لے۔ گیارہ سال ہم ایک راستے پر چلے تھے اب اس سے بریک مل رہی تھی تو ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ توازن پیدا کیا جائے۔ دائیں بازو کی جماعتوں میں عدم تحفظ تھا۔ ان کو اکٹھا کرنے کی ضرورت تھی۔ دوسرا میں یہ آپ کے سامنے انکشاف کر رہا ہوں کہ فوج کو یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ نئی حکومت کو امریکہ ایک ایجنڈا دے رہا ہے۔ اس ایجنڈے کے مطابق افغانستان کی پالیسی میں تبدیلی' نیوکلیئر رول بیک اور کشمیر کی پالیسی میں تبدیلی شامل تھی"۔

تو قارئین آپ نے دیکھا کہ ہماری ایجنسیاں کس قدر طاقتور ہیں کہ ان کے سامنے سیاستدان بے بس ہو جاتے ہیں' فوج بھی ان کے شکنجے سے باہر نہیں۔ بنا بریں' وطن عزیز میں جمہوریت کی بحالی کو دیوانہ کے خواب کے علاوہ اور کیا عنوان دیا جائے۔ ✿ ✿

بقیہ: تصویر کا دوسرا رُخ

اسلام تک پہنچایا ہے۔ اگر یہ اسلام تک نہ پہنچتے تب بھی ناگاقبائل اور تامل ناڈو کی طرح یہ زندگی پر موت کو اسی طرح ترجیح دیتے جیسے آج وہ اسلام کے دامن میں جام شہادت نوش کرنے پر آمادہ ہیں۔

یہ حقائق اس بات کا بہت واضح ثبوت ہیں کہ دنیا میں دہشت گردی کی لہر کا ذمہ دار اسلام نہیں بلکہ وہ غیر منصفانہ سیاسی اور معاشی نظام ہے جو دنیا میں رائج ہے۔ یہ حقائق اس بات کا بھی منہ بولتا ثبوت ہیں کہ جب تک اس دنیا میں جبر و استبداد کا وجود ہے' اسلام پھلتا پھولتا رہے گا۔ اور جیسے جیسے جبر و استبداد میں اضافہ ہوتا رہے گا' اسلام ایک تناور درخت بنتا رہے گا' چاہے انسانیت کے دشمن اس سے کتنی ہی کراہیت کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

ضرورت اس بات کی ہے کہ زمینی حقائق کو' جیسے کہ وہ ہیں' تسلیم کیا جائے اور اسلام کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کے بجائے دہشت گردی کے اصل سبب کو جڑ سے اکھاڑنے پر توجہ مرتکز کی جائے۔

یا رب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور!

عبدالمالک ملتانی

متاعِ درد

"آسماں را حق بُوَدْ گر خوں ببارد بر زمیں — قدسیاں را گریہ بایدْ بر مکان و بر مکیں
اے محمدؐ! اگر قیامت سر بروں آری زخاک — سر بیار و این قیامت درمیانِ خلق بیں"
(آسماں کو حق ہے برسائے زمیں پر خون اب — حال پر انسان کے روئیں فرشتے مل کے سب
اے محمدؐ! روزِ محشر سر اُٹھائیں گے اگر — آ کے دیکھیں اس سے بڑھ کر اب قیامت ہوگی کب)
سعدیؔ شیرازی نے نوحہ کہا بغداد کا — مرثیہ لکھا ہے گویا' عظمتِ اجداد کا
یورشِ تاتار میں اُجڑا تمدّن کا یہ گھر — آج تک باقی ہے ہم پر اس تباہی کا اثر
ابنِ بدروں شامِ غرناطہ پہ تھا ماتم کناں — اُندلس کی یہ حکایت ہے نہایت خونچکاں
میرؔ و داغؔ و میرزاؔ' دلّی کا غم کرتے رہے — اشکِ خوں سے دکھ کی رودادیں رقم کرتے رہے
حالیؔ شیریں بیاں نے' داستاں اسلام کی — یوں لکھی تصویر گویا کھینچ دی آلام کی
پیش کچھ ایسے کیا یہ قصۂ مدّوجزر — آ گئی تاریخ اپنی اِک تسلسل سے نظر
شبلیؔ و سرسیدؔ و آزادؔ زیرک اور فہیم — بے بسی میں اُمّتِ مظلوم کی' سب تھے ندیم
طنز کے نشتر لگاتا تھا قلم اکبرؔ کا جب — ساتھ دہراتا تھا ماضی کی کہانی زیرِ لب
گو غلامی اور محکومی کی تھی تاریک رات — پر نہ بطلِ حُرّیت جوہرؔ کو وہ دے پائی مات
مشرقیؔ' میرِ شریعتؔ' اور بہادر یار جنگ — زندہ رہنے کی دیا کرتے تھے ملت کو اُمنگ
نرم خو حسرتؔ' قناعت اور جرأت کا نشان — اور بلند آہنگ شورشؔ' عزمِ آہن کی چٹان'
ہند میں فردوسیِ ثانی' حفیظؔ خوش گلو — گونج اُٹھا شاہنامۂ اسلامؔ جس کا کو بکو
ابتلا میں قوم نے پایا ظفرؔ سا غم گسار — تھی صحافت اور نظم و نثر جس کی دل فگار
پھر حجازی قافلہ تھا اور حدی خواں خود نسیمؔ — لے کے زیر و بم میں ناقہ کے لیے امید و بیم
نثر میں تاریخ کے ادوار کی تمثیل تھی — داستاں تھی اوج کی' ادبار کی تفصیل تھی
ہر صفحے پر عزم و ہمت کی کہانی تھی بیاں — اور پسِ پردہ کسی سازش کی ہلتی ڈوریاں
دے رہی تھی سرفروشی کی گواہی ہر سطر — ساتھ ہی اُمّت کے غداروں پہ پڑتی تھی نظر
تھا سر فاران خوش الحان ماہر قادری — دامنِ فاراں میں پائی خواب گاہ آخری
ایک شاہیں پیشہ رحمٰنِ کیانیؔ خوش کلام — گھن گرج تھی رزم کی اور شعر میں تھا اِک پیام
اور لاتعداد تھے شاعر' صحافی اور ادیب — جوتنِ مُردہ میں پھونکیں روح ایسے تھے خطیب
مدرسوں اور خانقاہوں میں تھے کچھ گوشہ نشیں — کوششوں سے جن کی تھا ایماں دلوں میں جاگزیں
جبر و استبداد میں مشکل حصولِ رزق تھا — ذات سے بڑھ کر انہیں ملّت سے لیکن عشق تھا
کر دیا سب کچھ نچھاور دینِ حق کے نام پر — اُڑ گئے وہ اپنی اپنی بولیاں سب بول کر
تادمِ آخر' وہ ملّت کا ہی دَم بھرتے رہے — خدمت اس کی اپنے اپنے رنگ میں کرتے رہے
کچھ کا لہجہ نرم' دھیما اور کچھ شعلہ نوا — مشترک سب میں مگر سوزِ جگر اُمّت کا تھا
اس طرح قربان اُمّت پر ہوئے دیوانہ وار — شمع پر ہوتا ہے پروانہ کوئی جیسے نثار
زندگی کا ایک ہی مقصد تھا ان کے سامنے — ٹھوکروں میں آئی امت کو اٹھیں وہ تھامنے
تھی تمنا بس یہی جب پیش ہوں ربّ کے حضور — کہہ سکیں امت کی خدمت کچھ نہ کچھ کی ہے ضرور
سرخرو ہوں جب سنے ہر ایک ہاتف کی صدا — آئے ہر اِک اور پائے اپنے حصے کی جزا
جب بھی ہر ایک سے اللہ کا ہو گا سوال — راہ میں میری لگائے کس نے اپنے جان و مال

"یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل! عمل کوئی اگر دفتر میں ہے"

اسلام کے دفاع میں

مفتی محمد عبدہٗ کے مضامین

سید قاسم محمود

تقریباً ساڑھے تین سال کی جلاوطنی کے بعد متعدد بارسوخ اشخاص کی سفارش اور برطانوی ہائی کمشنر کی مداخلت سے خدیو توفیق پاشا نے شیخ محمد عبدہٗ کو وطن آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ 1888ء کے اواخر میں وہ واپس مصر آ گئے اور انہیں ابتدائی دیوانی عدالتوں کا قاضی مقرر کیا گیا۔ جب وہ عابدین میں قاضی تھے اور اُن کی عمر بھی چالیس برس سے متجاوز ہو چکی تھی تو انہوں نے فرانسیسی زبان سیکھنی شروع کر دی۔ اُس وقت ابتدائی عدالتوں کا نظام فرانسیسی قوانین پر مبنی تھا' لہٰذا فرانسیسی زبان سیکھے بغیر چارہ نہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے فرانسیسی زبان میں کافی استعداد حاصل کر لی۔ جب مشہور انگریز فلسفی اور ماہر تعلیم ہربرٹ سپنسر کی کتاب ''ایجوکیشن'' کا فرانسیسی میں ترجمہ ہُوا تو انہوں نے اِس ترجمے کو عربی زبان میں ''التعلیم'' کے نام سے منتقل کر دیا۔

شیخ محمد عبدہٗ کی زندگی کا بڑا مقصد مدرسۃ الازہر کی اصلاح و ترقی تھا چونکہ الازہر دنیائے اسلام کا علمی و دینی مرکز تھا' اس لیے اُن کا عقیدہ تھا کہ اگر الازہر کی اصلاح ہو گئی تو پورے عالم اسلام کی اصلاح ہو جائے گی' اس لیے اُن کا خیال تھا کہ اس مدرسے کے بہتر نظام نصاب درس میں توسیع اور بعض جدید علوم کے اضافے سے الازہر ساری دنیائے اسلام میں مرکز ہدایت بن جائے گا۔ عباس حلمی کا زمانہ آیا تو شیخ محمد عبدہٗ نے الازہر کی اصلاح کا منصوبہ خدیو کی خدمت میں پیش کیا۔ چنانچہ 15 جنوری 1895ء کو ایک سرکاری فرمان کے ذریعے الازہر کے لیے انتظامی کمیٹی مقرر کر دی گئی' جس کی روحِ رواں خود شیخ محمد عبدہٗ تھے۔ اس انتظامی کمیٹی نے اساتذہ کی تنخواہوں میں معتدبہ اضافہ کرایا۔ تنخواہوں کی درجہ بندی کی۔ ہر درجے کے لیے کتابیں مقرر کی گئیں۔ طلبہ کی رہائش گاہوں میں صفائی اور روشنی کا بہتر انتظام کیا۔ نصاب تعلیم میں حساب' الجبرا' تاریخ اسلام اور سائنسی علوم شامل کیے گئے۔ ادب کی تعلیم کے لیے ''الکامل'' اور ''دیوان حماسہ'' جیسی معیاری کتابیں داخل کی گئیں اور سب سے بڑھ کر طلبہ کو روزانہ حاضری اور سالانہ امتحان میں شامل ہونے کا پابند قرار دیا۔ اس کے علاوہ الازہر میں ایک ہسپتال قائم کیا اور مدرسے کے کتب خانے کو مرتب و منظم کیا گیا۔

بطور مفتیٔ اعظم تقرری

3 جون 1899ء کو خدیو مصر نے شیخ محمد عبدہٗ کو مصر کا مفتیٔ اعظم مقرر کر دیا۔ اس کے بعد سے ''مفتی'' اُن کے نام کا جزو ہو گیا۔ انہوں نے اس عہدے کو نیا وقار اور نئی اہمیت بخشی۔ مصر کے علاوہ ساری دنیائے اسلام سے اُن کی خدمت میں استفتاء آتے تھے۔ ان میں تین فتوے بہت مشہور ہیں: ایک میں ہندوستانی مسلمانوں کا استفسار کے جواب میں عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے غیر مسلموں سے امداد و اعانت لینا مباح قرار دیا۔ دوسرے میں مسلمانوں کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں کا ذبیحہ حلال بتایا۔ اسی طرح ڈاک خانے کے سیونگ بنکوں کی امانتوں پر منافع وصول کرنا جائز بتایا۔

مفتیٔ اعظم مقرر ہونے کے بعد 1899ء ہی میں محمد عبدہٗ قانون ساز اسمبلی کے مستقل ممبر مقرر کیے گئے۔ وہ ایک قابل پارلیمانی مقرر' مجلس مذاکرات کے ماہر اور محتاط مُشیر ثابت ہوئے۔ 1900ء میں مفتی صاحب ''جمعیۃ الخیریۃ السلامیہ'' کے صدر مقرر ہوئے۔ اِس انجمن کے مقاصد میں امیروں کے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرنا' نادار مسلمانوں کو امداد دلانا' غرباء کے بچوں کے لیے مدارس کا اہتمام کرنا تھا۔ اسی زمانے میں عربی زبان کی نادر اور اہم ترین کتابوں کی طباعت و اشاعت کے لیے ''انجمن الجنۃ الاحیاء علوم العربیہ'' کے نام سے مفتی محمد عبدہٗ کی صدارت میں قائم کی گئی۔ اُن کی مسلسل کوشش سے ابن سیدہ اندلسی کی مشہور لغت ''المخصص'' سترہ جلدوں میں شائع کی گئی۔ اس کے بعد فقہ مالکی کی جلیل القدر کتاب ''المدونہ'' کی تصحیح کا کام شروع کیا گیا اور اس کے قلمی نسخے تونس اور فارس سے منگوائے گئے اور اسے شائع کیا گیا۔

اسلام کے دفاع میں

یورپ کے فضلا اور مصر کے عیسائی اہلِ قلم جب کبھی اسلام پر ناروا حملے کرتے تو مفتی صاحب دینِ حق کی حمایت میں سینہ سپر ہو جاتے۔ فرانس کے وزیر خارجہ ہانوتو (Hanotawe) اور عربی مجلّہ ''الجامع'' کے عیسائی مدیر فرح انطون نے علی الترتیب اسلام کے عقیدۂ توحید اور مسلمانوں کی رواداری اور علم پروری کے خلاف معاندانہ مضامین لکھے تو مفتی صاحب نے اِن معاندینِ اسلام کے نہایت مدلل اور مفصل جواب لکھے۔ بعد میں یہ جوابات ''الاسلام والنصرانیہ مع العلم والمدنیہ'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے اور سارے مسلم ممالک کی اپنی اپنی زبانوں میں اُن کے تراجم شائع ہوئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کے مذکورہ جوابات یہاں قدرے تفصیل سے پیش کیے جائیں۔

اوائل 1900ء میں ایک فرانسیسی جریدے میں موسیو ہانوتو کا ایک مضمون ''مسئلہ اسلامیہ اور اسلام'' کے عنوان سے شائع ہوا' جسے عربی اخبار ''المؤید'' نے نقل کیا۔ اِس مضمون کی غرض و غایت یہ تھی کہ فرانس کی حکومت اور قوم کو اِس امر کے ثبوت فراہم اور جمع کرنے کی تحریک دی جائے کہ فرانسیسی نو آبادیات میں اسلامی جماعتوں اور عیسائیوں کے مابین بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ موسیو نے اپنی حکومت پر زور ڈالا کہ وہ مسلم ممالک اور مسلمانوں سے اپنے تعلقات پر نظرِ ثانی کرے' کیونکہ اسلام اور عیسائیت میں' ہر سطح پر بہت زیادہ فرق و اختلاف ہے۔ اِن میں سے ایک مذہب آریہ النسل ہے' اور دوسرا سامی النسب ہے۔ مضمون نگار نے' جو وزیر خارجہ جیسے بڑے منصب پر فائز تھا' اپنے مضمون میں دو بنیادی عقائد پر روشنی ڈالی تھی:

(1) ذاتِ الٰہی.....وجودِ باری تعالیٰ
(2) مسئلہ جبر و اختیار.....قضا و قدر

اُس نے اپنے مضمون میں لکھا کہ عقیدہ تثلیث کی رُو سے انسان' خدا اور رُوح القدس کے باہمی تعلق کی وجہ سے انسان بلند ترین مرتبہ و مقام تک پہنچتا ہے۔ عقیدۂ تثلیث کی رُو سے انسان ذاتِ الٰہی سے حقیقی قرب حاصل کر سکتا ہے' اس کے برخلاف' بقول موسیو ہانوتو' اسلام کے عقیدۂ توحید کی رُو سے اللہ کی ذات کو بشریت کی صفات سے اس حد تک منزہ کر دیا گیا ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا' اور یوں انسان کمزور اور پست ہو کر رہ گیا ہے۔

اسی طرح اُس نے لکھا کہ مسیحی عقیدہ انسان کی مکمل آزادی اور خودمختاری کا معترف ہے۔ اس عقیدے کی وجہ سے انسان میدانِ عمل میں آزادانہ گامزن ہو جاتا ہے۔ جہد للبقا کے وسیع میدان میں خودمختارانہ اپنے فرائض بخوبی سر انجام دیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام کے نظریۂ قضا و قدر نے مسلمانوں کو مجبورِ محض بنا کر رکھ دیا ہے۔ وہ تقدیر پرست ہے۔ قوتِ ارادی سے محروم اور فلسفۂ تغیر و حرکت سے نا آشنا ہے۔

مفتی محمد عبدہٗ نے موسیو کا یہ مضمون اخبار ''المؤید''

میں پڑھا اور اُسی وقت اس کی تردید لکھ کر اخبار کو بھیج دی۔

مفتی صاحب نے موسیو ہانوتو کی تاریخی معلامات پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے ثابت کیا کہ اہلِ یورپ کے پاس جو تہذیب پہنچی ہے' وہ آریائی مشرق سے یورپ نقل مکانی کرنے والے اپنے ہمراہ یورپ لے گئے تھے۔ موسیو نے اہلِ یونان کو یورپ کے معلمین کا نام دیا ہے' حالانکہ خود اہلِ یونان نے سامی اقوام کے میل جول سے اپنی یونانی تہذیب کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اور یورپ میں تھا ہی کیا سوائے غارت گری' خوں ریزی اور جنگ و جدل کے۔ یورپ تو تاریکی میں تھا۔ اُس میں اجالا کس نے کیا؟ اسلام نے۔ یورپ میں علم و حکمت کی روشنی اسلام نے پھیلائی۔ یورپ کو اچانک عرب' ایران' روم اور یونان کے علوم و فنون کے خزانے مسلمانوں کے ذریعے بیٹھے بٹھائے مل گئے۔

قضا و قدر کے مسئلے سے بحث کرتے ہوئے مفتی محمد عبدہٗ نے بتایا کہ "قرآن مجید نے چونسٹھ آیات میں کسب و اختیار اور سعی و کوشش کی اہمیت کو ثابت کیا ہے۔ ابتدائی صدی میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اقوال و اعمال سے جو روش اختیار کی' وہ ہمارے اس دعوے پر بُرہان ہے کہ جتنا اسلام نے کسب و اختیار پر زور دیا ہے' دنیا کے کسی اور مذہب یا تحریک نے نہیں دیا"۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: "لیکن مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ اُمتِ مسلمہ کو نام نہاد مشائخ اور گمراہ کن صوفیا کے ہاتھوں مصائب میں مبتلا ہونا پڑا۔ تصوف نے مسلمانوں کے اندر تساہل' کسل مندی اور تقدیر پرستی کے رُجحانات پیدا کیے...... یہ نام نہاد صوفیا اور مشائخ بھی آریوں کی پیداوار تھے جو ہمارے ہاں ایران اور ہندوستان سے پہنچے"۔

اسلام کے عقیدۂ توحید پر اظہار خیال کرتے ہوئے مفتی صاحب نے تاریخی واقعات و حقائق کی روشنی میں سادہ لوح افریقی اقوام' بدھ مت کے پیروکار اور برہمنوں کے تصورِ توحید' یونانی فلاسفہ اور مصری فراعنہ کے نظریہ اِلٰہ کے مابین موازنہ کیا گیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ مسلمان خدائے واحد کے عقیدے کی بناء پر ہی انتہائی اوجِ کمال تک پہنچ گئے تھے جہاں تک عقلِ انسانی رسائی حاصل کر سکتی ہے۔

آپ نے ایک اور مضمون میں مجلّہ "جامع" کے مسیحی مُدیر کے مضمون کی تردید کی ہے' جس میں اُس نے مشہور مسلمان فلسفی ابن رشد کے فلسفے پر اعتراض وارد کرتے ہوئے فلسفہ و حکمت کے سلسلے میں اسلامی اور مسیحی رواداری کا موازنہ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ عیسائیت نے فلاسفہ کی کُھلے دل سے خدمت کی اور اُن کو بہت کم ایذائیں پہنچائیں۔ اسلام میں رواداری کی گنجائش نہیں ہے۔ بے شک یورپ میں فلسفیوں اور سائنس دانوں کے ساتھ کچھ ایذا رسانی ہوئی' اس کے باوجود وہاں عملی طور پر فلسفہ و سائنس کو فتح حاصل ہوئی۔ فلسفہ و سائنس میں ترقی کے سبب جدید یورپی تہذیب ایک بار آور درخت کی شکل میں نمودار ہوئی' لیکن آج تک اسلامی تنگ نظری اور مُلائیت کی طرف سے مذہبی احتساب پر غلبہ نہ پایا جا سکا۔ مسلمان علماء تنگ نظر ہوتے ہیں اور ابن رشد درحقیقت زندیق تھا۔

اِس مضمون کی تردید میں مفتی صاحب نے ثابت کیا کہ اِسلام اپنے ہی فلاسفہ کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے' جبکہ مسلمانوں نے دوسرے مذاہب والوں' مختلف قوموں اور نسلوں کے لیے بھی اپنا سینہ کشادہ کر دیا تھا۔ اپنے اِس بیان کی شہادت میں آپ نے اُن غیر مسلم فلاسفہ اور سائنس دانوں کی ایک طویل فہرست پیش کی' جنہوں نے اسلام کے زیرِ عاطفت زندگی بسر کی۔

مقالہ نگار فرح انطون نے الزام تراشی کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اسلامی طبعیت رواداری کو برداشت نہیں کر سکتی' اس کے برخلاف مسیحیت رواداری کو جوش و نشاط کے ساتھ اِس کا خیر مقدم کرتی ہے۔ اس مسئلے پر مفتی صاحب نے تفصیل سے بحث کی اور عیسائیت کے مزاج کو ظاہر کرنے والے تمام اُصول پیش کیے۔ ہر اُصول کا فرداً فرداً اسلام کے اُصول و مبادی سے موازنہ کیا اور دونوں بڑے مذاہب کے امتیازات و حدود کو واضح کیا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ عیسائیت نے کس طرح نہ صرف اپنے علماء و فلاسفہ کو تکالیف پہنچائیں بلکہ دوسرے مذاہب کے علماء اور فلاسفہ کے ساتھ اپنی تنگ نظری اور استبداد پسندی کا ثبوت دیا۔

1903ء میں مفتی محمد عبدہٗ نے انگلستان کا سفر کیا۔ اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیاں دیکھیں اور وہاں کے نظامِ تعلیم کا مطالعہ کیا اور مشہور برطانوی ماہرِ تعلیم ہربرٹ سپنسر سے ملاقات کی۔ وہ ان کی شخصیت' علم و فضل' شیریں بیانی اور صداقت شعاری سے بڑا متاثر ہوا۔ انگلستان سے واپسی پر وہ موسیو لیبان سے ملنے فرانس بھی گئے' تاکہ اُن کی بلند پایہ تصنیف "تمدنِ عرب" پر ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کر سکیں' لیکن وہاں اُن کی غیر حاضری کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ مفتی صاحب فرانس کی سیاحت کے بعد تونس اور الجزائر سے ہوتے ہوئے مصر واپس آ گئے۔ (جاری ہے)

فلک سیر (ٹورسٹ)
ریزورٹ سا گر ریسٹورنٹ

ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُر فضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن'

جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

گوہر مقصود

چودھری عنایت اللہ

ہر انسان کی زندگی ہر آن برف کی مانند پگھلتی جا رہی ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ موت کا فرشتہ کس گھڑی اس کی زندگی کا رشتہ اس دنیا سے توڑ کر اسے اگلی دنیا سے جوڑ دے گا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے' پل کی خبر نہیں

غور طلب سوال یہ ہے کہ اس عارضی اور ناپائیدار ارضی زندگی کا اصل مصرف کیا ہے؟ یعنی اسے کس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے تا کہ یہ ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ مفید اور نفع آور بن سکے؟ صاف ظاہر ہے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا: ''بے شک یہ قرآن انسان کو وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے''۔ (بنی اسرائیل) پس ہماری رہنمائی کے لیے سورۃ الشعراء میں پانچ نامور پیغمبروں اور ان کی اقوام کا مختصر احوال بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان سب حضرات یعنی نوحؑ ہودؑ صالحؑ لوطؑ اور شعیب علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے دور میں ایک ہی دعوت دی کہ ﴿فاتقوا الله واطیعون﴾ ''(اے میری قوم کے لوگو!) اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

یعنی اگر تم میری اطاعت کرو گے تو دنیا اور آخرت میں کامیاب رہو گے۔ یعنی دنیا میں تمہیں عزت کی روزی ملے گی اور آخرت میں ایسی زندگی ملے گی جس میں تمہاری ہر خواہش اور مراد پوری ہوگی۔ اس کے برخلاف اگر تم میری نافرمانی کرو گے تو دنیا میں ذلت و رسوائی اٹھاؤ گے اور آخرت میں جہنم کی آگ میں ڈال دیے جاؤ گے۔

اسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت 102 میں بھی اہل ایمان کو اسی قسم کی دعوت دی گئی ہے۔ یعنی ''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو''۔

اگر اس آیت کریمہ کو متذکرہ انبیاء کی دعوت کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمان بن کر جینا اور عملاً اطاعت رسول بجالانا ایک ہی شے کے دو مختلف نام ہیں اور ان میں بال برابر بھی فرق نہیں۔ گویا مسلمان وہ ہوتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ رہا نسلی مسلمانوں کا معاملہ تو ان کو جان لینا چاہئے کہ وہ دنیا میں تو قانونی اعتبار سے اگرچہ مسلمان ہی قرار دیئے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نسل کی بنا پر نہیں' بلکہ آدمی کی نیت اور عمل کی بنیاد پر فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔

اب دوسرا غور طلب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اللہ کی اطاعت کے بجائے اپنی اطاعت کی دعوت کیوں دی؟ یا دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں اپنی اطاعت کے بجائے اپنے رسولوں کی اطاعت کی تاکید کیوں کی؟ اس کی وجہ اور مصلحت یہ ہے کہ آسمانی کتابوں کے نزول کے کچھ مخصوص اور امتیازی مقاصد ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے احکام کی ایک ہی اور صحیح تعبیر کی جائے۔ دوسرا یہ کہ ان کے احکام کو عملی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی مسائل پر منطبق کر کے اور ہر قسم کے فساد کو ختم کر کے ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ وجود میں لایا جائے۔ تیسرا یہ کہ لوگوں کے درمیان متنازعہ اور اختلافی معاملات کا ان کتابوں کی روشنی میں انصاف سے فیصلہ کر کے ان پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جا سکے۔ چوتھا یہ کہ اہل ایمان کے فکر و عمل کو یکجہتی سے ہمکنار کر کے ان میں اتفاق و اتحاد پیدا کیا جائے اور انہیں جماعت کے سانچے میں ڈھالا جائے' اور پانچواں یہ کہ اہل ایمان کی متحدہ قوت سے کام لے کر دنیا میں پیدا شدہ شر و فساد کو ختم کیا جائے۔ اور یہ سارے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے یا بالفاظ دیگر آسمانی کتب کی پیروی کے لئے رسول کو ذریعہ یا واسطہ نہ بنایا جائے۔ پس قرآن کریم میں متعدد بار جو اللہ و رسول کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے اس سے یہ مفہوم لینا قطعی غلط ہوگا کہ اللہ و رسول دونوں ہستیوں کی الگ الگ اطاعت کی جائے گی' بلکہ متذکرہ بالا سطور کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ ایسی آیات کی اصل مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالانے کے لیے اس کے رسول کی اطاعت کی جائے۔ یا دوسرے الفاظ میں آسمانی کتاب کی پیروی کے لیے عملاً رسول کو ذریعہ بنایا جائے اور بس۔ یعنی اللہ کا رسول خود اللہ کی نگرانی میں کتاب کی پیروی کرتا بھی ہے اور دوسروں سے کراتا بھی ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے رسول مقبول ﷺ کو ایک چٹھی رساں یا زیادہ سے زیادہ شارح کتاب تصور کر لیا اور آپؐ کی اصل حیثیت اور منصب کو یکسر نظر انداز کر دیا جو کہ آپؐ کا باذن اللہ اور دوسرے انبیاء کی طرح مطاع ہونا ہے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب ایک تیسرا نکتہ غور طلب ہے اور وہ یہ کہ جب یہ امر واضح ہو گیا کہ حقیقی اسلام یہ ہے کہ عملاً رسول اکرم ﷺ کی اطاعت بجالائی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دورِ مابعد رسالت یعنی رسول اکرم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اطاعت رسول کس طرح بجالائی جائے؟ یا متذکرہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے کس چیز کو آپ ﷺ کا قائم مقام بنا کر مرکز اطاعت مانا جائے؟ یہ ایک اہم ترین مسئلہ تھا۔ کیونکہ اسی کے حل پر مابعد رسالت سے تا قیام قیامت پیدا ہونے والے مسلمانوں کی دنیا و آخرت کی کامیابی کا دارومدار تھا۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے جماعت صحابہ کو اسی طرح واسطہ یا اُمت وسط بنایا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے رسول اکرم ﷺ کی ذات والا صفات کو۔ یعنی اسی جماعت مقدسہ نے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کرنی تھی کہ مابعد رسالت اسلام کا کون سا عملی نمونہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ' مقبول اور معیاری ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ نور کی آیت 5 میں اگر اصلی اور ہدایت یافتہ مسلمان ہونے کے لیے اطاعت رسول کو دلیل قرار دیا گیا ہے تو سورۃ البقرہ کی آیت 137 میں جماعت صحابہؓ کے اجتماعی طرز عمل کی پیروی کو بھی اصلی اور ہدایت یافتہ ہونے کی لازمی شرط ٹھہرایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اے جماعت صحابہؓ! اگر دوسرے بھی بعینہٖ ان باتوں پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت یافتہ قرار پائیں گے''۔

اس برگزیدہ جماعت نے جیسا کہ تاریخ شاہد ہے' مابعد رسالت پورے اتفاق رائے سے خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ کو منتخب کر کے رسول ﷺ کا جانشین مقرر کیا تھا اور ان کے ہاتھ پر اسی طرح سمع و اطاعت کے عہد کی تجدید کر کے ان کی اطاعت اختیار کر لی تھی جیسا کہ عہد رسالت میں وہ رسول مقبول ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے تھے۔ اور آئندہ بھی اسی طرح عمل کرتے رہے۔ یعنی جب ایک خلیفہ انتقال کر جاتا تھا' تو وہ پھر اپنے میں سے اہل تر شخصیت کو منتخب کر کے تجدید بیعت کرتے تھے اور خلیفۂ رسولؐ مان کر اس کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ اگر وہ عہد رسالت میں محض قرآن

کریم کی پیروی کے لیے رسول کریم ﷺ کو ذریعہ یا واسطہ بناتے تھے تو دورِ مابعد رسالت میں قرآن وسنت کی پیروی کے لیے خلیفہ وخلافت کو واسطہ بنایا گیا تھا۔ یعنی قرآن کریم کے ساتھ سنتِ رسول کا اضافہ کر لیا تھا۔

اب آخری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مابعد رسالت جماعت صحابہؓ کو صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے خلیفۃ المسلمین کی اطاعت کرنا لازم تھا تو آج کے مسلمانوں کو کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ ان کے لیے خلیفۃ المسلمین کی اطاعت کو ساقط کر دیا گیا ہو؟ اور اگر ہدایت یافتہ ہونے کے لیے خلیفۃ المسلمین کی اطاعت شرطِ لازم ہے' اور یقیناً لازم ہے' تو کیا آج ہر ایک کلمہ گو پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ قیامِ خلافت کے لیے اٹھ کھڑا ہو؟

پس جو لوگ اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کریں' ان کے لیے صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کر لیں' یا پہلے سے اس مقصد کے لیے جو تحریک کھڑی کی گئی ہے اس میں شامل ہو جائیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے یعنی قیامِ خلافت کے لیے اپنی زیادہ سے زیادہ قوتیں اور صلاحیتیں کام میں لائیں اور وسائل کھپا دیں۔

ہم یہ نہیں جانتے کہ خلافت دوبارہ کب قائم ہوگی' مگر ہماری کامیابی کا انحصار اسی پر ہے کہ ہماری تمام جدوجہد اسی اعلیٰ وارفع مقصد کے لیے ہو۔ مسلسل کوشش کرتے رہیں اور پیہم رواں دواں ہوں۔ اس مقصد کے لیے منزل کی طرف بڑھتے ہوئے ہم اگر موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں تو ہماری موت یقیناً دینِ اسلام پر ہوگی اور کامیاب زندگی کی ضمانت بن جائے گی کیونکہ یہی زندگی کا حاصل اور یہی گوہرِ مقصود ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اگر اُمت میں رسولِ مقبول ﷺ موجود ہوں تو اُن کی اطاعت کی جائے اور جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جائیں تو پھر نظامِ خلافت قائم کیا جائے اور خلیفۃ المسلمین کی اطاعت کی جائے۔ اور اگر وہ بھی موجود نہ ہوں' جیسا کہ اس وقت صورتِ حال ہے۔ تو پھر ایک ایسے امیر کی اطاعت کی جائے جو ایک طرف حتی الوسع کتاب وسنت کے مطابق زندگی گزارتا ہو اور دوسری طرف خالص خلافت اسلامیہ کا داعی ہو اور کھلے بندوں یہ نعرہ لگاتا ہو کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک سربراہ ہو' جو خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے نظام چلائے۔ اس کی اطاعت ایک ایک فردِ مسلم پر واجب ہو اور اس کے علاوہ سربراہی کا جو بھی علمبردار ہو' اس پوری اسلامی قلمرو میں غاصب اور باغی تصور کیا جائے۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین کرانا نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ بروزِ محشر کوئی شیخ یا کوئی عالم دین ہماری گمراہی کا ذمہ دار ہوگا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کو کسی کے لیے سفارش کرنے کی اجازت ہوگی۔

آج کے مسلمان کی بے چارگی

صائمہ انصار

یہ خبر پڑھ کر انتہائی دکھ ہوا کہ ''گوانتاناموبے'' میں قرآنِ عظیم کی بے حرمتی ہوئی اور وہ بھی ایسی بے حرمتی جس کا تصور بھی محال تھا یا اللہ! نہ زمین پھٹی' نہ آسمان شق ہوا۔ اُف اللہ! قیامت سے بھی بڑھ کر قیامت ہوگئی' مگر ہم کتنے پُرسکون ہیں کہ ہماری اجتماعی زندگی میں کوئی ہلچل نہ ہوئی' اضطراب کی کوئی ایک لہر بھی نہ اُٹھی جتنی تالاب میں پتھر پھینکنے سے ہوتی ہے۔

آخر اس المناک واقعے کا ذمہ دار کون ہے؟ میں تو کہتی ہوں امریکا نہیں' اسرائیل نہیں' بلکہ اس واقعہ کا اصل ذمہ دار صرف اور صرف مسلمان ہے جس کی بے حسی' بے دینی و بے عملی بلکہ بے غیرتی نے آج یہ المناک دن دکھایا۔

ہاں مسلمانو! تم ہی اس کے ذمہ دار ہو' تم جو اُن کی مصنوعات خرید کر ان کو مالی استحکام دیتے ہو' اللہ کے احکامات کو بھول کر اُن کی تہذیب کو اپنے لیے فخر سمجھ رہے ہو' عیاشی' دنیا پرستی اور نفس پرستی میں بدمست ہو۔

ان (کافروں) کو معلوم ہے کہ اس بے غیرت قوم کے ساتھ کچھ بھی کرلو یہ یونہی مست پڑی رہے گی۔ چاہے بے پردہ عورت کو امام بنا کر نماز جیسی عبادت کا مذاق بنا دو یا اس کو کتا کہہ دو یا قرآنِ عظیم جیسی مقدس و پاکیزہ کتاب کے ساتھ کیسی بھی ''ناپاک جسارت'' کرلو یہ بدمست قوم یونہی بے حس پڑی رہے گی' جیسے افیون کا عادی شخص سڑک پر یا غلاظت میں دھت پڑا ہو۔ اور اس پر مکھیاں بھنبھنائیں' اسے کچھ ہوش نہیں ہوتا۔ وہ (کافر) یہ حرکت کیوں نہ کریں' انہیں تو علم ہے کہ:

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اے مسلمانو! خدا کے لیے ہوش میں آ جاؤ۔ تم اور کس ذلت کے منتظر ہو' اور کون سی سیاہی اپنے چہرے پر ملنا چاہتے ہو۔ کیوں اپنے اعمالِ بد میں اضافہ کرنا چاہتے ہو۔ اپنے اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے' کیا جواب دو گے؟ ایک ارب سے زائد مسلمان اور قرآن مجید جیسی کتاب کی یہ بے حرمتی' جس کے بارے میں لکھنے سے بھی قلم انکاری ہے۔

اے بے حس مسلمانو! ابھی تو تمہارے اوپر ایک فرض ایک بوجھ پہلے سے موجود تھا۔ ''سلمان رشدی'' جیسے شاتمِ رسول ﷺ کی زندگی ہی تمہارے لیے ایک بہت بڑا طمانچہ تھی (اس واقعہ کو تو اب ہم ایسے بھول چکے ہیں جیسے کبھی ہوا ہی نہ تھا) کہ یہ ایک اور ذلت بھرا بوجھ ہماری روسیاہی میں اضافہ کر گیا۔ یا اللہ! قیامت کے دن ہم آپ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ کا کتنا بڑا 'انعام' اور ہمارا اس کے ساتھ یہ سلوک! کیسے اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔ آپؐ کی شفاعت کیسے نصیب ہوگی ہم بدنصیب قوم کو! کیا آپ ہماری عددی اکثریت پر فخر کر سکیں گے؟ ہم آپؐ کی اُمت ہیں یا کچرے کا ڈھیر' جس کی کثرت سوائے غلاظت اور بدبو کے اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتی۔

اے مسلمانو! اب بھی ہوش میں آ جاؤ۔ اللہ سے سچی توبہ کر کے اس کی رحمت کے دامن میں پناہ لے لو ورنہ اس کے عذاب کا کوڑا ہماری پیٹھ پر برسے گا۔ اُس وقت یہ ساری عیاشی ایک منٹ میں ہوا ہو جائیگی' مگر اُس وقت ہمارے لیے نہ کوئی پناہ گاہ ہوگی' نہ ہی واپسی کا کوئی راستہ۔ ہوگی تو صرف اور صرف حسرت اور ذلت ہوگی۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کی رہائشی شیخ فیملی کو 29 سالہ CA' معقول تنخواہ' بیٹے اور 24 سالہ BA بیٹی کے لیے مناسب رشتے درکار ہیں۔
رابطہ: فون (رہائش): (042)7152649
موبائل: 0300-4516171

☆ لاہور میں مقیم کشمیری فیملی سے تعلق رکھنے والی 32 سالہ گریجوایٹ' صوم وصلوٰۃ کی پابند بیٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل' تعلیم یافتہ' برسرروزگار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: ہمایوں بٹ: 0301-6657160

☆ آرائیں فیملی کی 18 سالہ بی اے میں زیرِ تعلیم نیک سیرت بیٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل' تعلیم یافتہ' برسرروزگار' نیک سیرت لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ: شاہد رضا: 0300-7446250

☆ انصاری برادری کی 22 سالہ گریجوایٹ' نیک سیرت بیٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل' تعلیم یافتہ' برسرروزگار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ تحریکی لڑکے کو ترجیح دی جائے گی۔
رابطہ: شاہد رضا: 0300-7446250

تصویر کا دوسرا رخ

لطف الرحمٰن خان

روزنامہ ''بزنس ریکارڈر'' مورخہ 30 جولائی 2005ء کے میگزین میں جناب آصف علی خان صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے:

LONDON BOMBINGS: OTHER SIDE OF THE STORY

پہلے ہم اس مضمون کے اہم نکات کا اردو میں خلاصہ دے رہے ہیں' پھر ان کے حوالے سے کچھ اپنی گزارشات پیش کریں گے۔

1۔ جولائی کو جس دن لندن میں دھماکے ہوئے ہیں' اسرائیل کے سابق وزیراعظم اور موجودہ وزیر خزانہ جناب BENJAMIN NETANYAHU صاحب نے ایک کانفرنس میں شرکت کرنی تھی جو اس جگہ کے بالکل قریب ہے جہاں دھماکے ہوئے۔ ASSOCIATED PRESS کے نامہ نگار کے مطابق صبح کے وقت اسکاٹ لینڈ یارڈ نے اسرائیلی سفارت خانہ کو فون کیا کہ کس قسم کا حملہ یقینی ہے۔ چنانچہ وزیر خزانہ صاحب اپنے ہوٹل میں ہی مقیم رہے۔ اسی طرح ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں کام کرنے والے یہودیوں کو اس حملہ کی پیشگی اطلاع ہو گئی تھی۔ ان حقائق سے عیاں ہوتا ہے کہ ان واقعات کی پشت پر کوئی خفیہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔

2۔ عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ یہودیوں نے امریکہ کو افغانستان اور عراق میں ملوث کیا ہے تاکہ مغرب کی توجہ اس پر مرتکز رہے اور اسرائیل بے فکری کے ساتھ فلسطین میں اپنی کارروائی جاری رکھ سکے۔

3۔ بہت سے لوگوں کو یقین ہے کہ امریکہ اور دوسرے ممالک میں موجود ایک طاقتور لابی کی سازش کے نتیجے میں 11 ستمبر کا حملہ اور لندن میں دھماکے ہوئے ہیں تاکہ اسلام کو بدنام کیا جا سکے۔

4۔ دھماکے اور خودکش حملہ کرنے والے مذہبی اعتقادات کی بنیاد پر نہیں بلکہ سیاسی وجوہات کی بنیاد پر ان کارروائیوں کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔

5۔ برطانیہ کے سرکاری اہلکار پاکستان اور دوسرے عرب ممالک کی جانب اشارے کر رہے ہیں۔ یہ قبل از وقت الزام تراشی انصاف کے بالکل خلاف ہے۔ برطانوی وزیراعظم نے پاکستان پر اپنی توجہ مرتکز کی جس کے جواب میں پاکستان نے چھ سو افراد گرفتار کیے۔

6۔ مشرف صاحب نے تسلیم کیا کہ کوئی ایسی قابل اعتبار رپورٹ نہیں ہے جو دھماکہ کرنے والوں کو پاکستان سے منسلک کر سکے۔

7۔ برطانوی وزیراعظم نے ایک حالیہ بیان میں کہا ہے کہ دہشت گردی کے بنیادی سبب کو جڑ سے اکھاڑنا ہوگا۔ یہ اس بات کی بازگشت ہے جو صدر مشرف صاحب مغربی لیڈروں سے کہتے رہے ہیں۔

8۔ دہشت گردی کا سب سے بڑا سبب فلسطین پر اسرائیل کے قبضہ کا ناسور ہے۔

مذکورہ مضمون میں صاحب مضمون نے جن حقائق کی نشاندہی کی ہے ان میں سب سے اہم حقیقت کا محض سرسری تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں موجودہ دہشت گردی کی بنیاد مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے۔ مغرب کا برسراقتدار طبقہ اور ہمارے مغرب زدہ مسلمان بھائی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اسلام کو دہشت گردی کی بنیاد قرار دینے پر بضد ہیں۔ ان لوگوں کی خدمت میں ہماری گزارش یہ ہے کہ راجیو گاندھی پر خودکش حملہ کس نے کیا تھا؟ آسام کے دہشت گرد کون ہیں؟ سری لنکا میں دہشت گردی کرنے والے کون لوگ ہیں؟ چند سال پہلے تک آئرلینڈ میں دہشت گردی کرنے والے کون تھے؟ یہ لوگ جو بھی تھے اور ہیں لیکن ایک بات یقینی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نہ تو مسلمان ہے اور نہ ہی کسی اسلام کے دینی مدرسہ کی پیداوار ہے۔ یہ حقیقت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سیاسی جبر واستبداد' حق تلفی اور احساسِ محرومی انسان کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں وہ زندگی پر موت کو ترجیح دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے' خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب یا عقیدہ سے ہو۔ مغرب کا برسراقتدار طبقہ اس حقیقت سے آگاہ ہے' پھر بھی وہ جانتے بوجھتے اسلام کو ملزم ٹھہراتا ہے تاکہ اس طرح لوگوں کی توجہ اس کے جبر واستبداد سے ہٹ جائے اور وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا راستہ روک سکیں۔ اب تک کے حالات بتا رہے ہیں کہ یہ حکمت عملی اپنے دونوں مقاصد حاصل کرنے میں ناکام ہے اور آئندہ بھی اس کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

مذکورہ مضمون میں دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ اس کے باوجود کہ صدر مشرف تسلیم کرتے ہیں کہ (حالانکہ لندن کے چار حملہ آوروں میں سے تین حملہ آور پاکستان آئے تھے اور یہاں چند ماہ قیام کیا تھا لیکن اس کے باوجود) اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس کارروائی میں پاکستان کے کسی ادارے یا گروہ کا کوئی ہاتھ ہے' صدر صاحب کے حکم پر دینی مدارس اور مساجد پر چھاپے مارے گئے اور چھ سو افراد کو گرفتار کیا گیا۔ یہ طرزِ عمل فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ پاکستان کی مجبوری ہے۔ اس لیے معذور لوگوں کو ہم کچھ نہیں کہتے' لیکن اس حقیقت کو آشکارا کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ برطانیہ کے وزیراعظم صاحب خوب جانتے ہیں کہ چار میں سے تین حملہ آوروں کے والدین پاکستان سے منتقل ہو کر برطانیہ میں آباد ہوئے تھے لیکن چاروں حملہ آور برطانیہ میں پیدا ہوئے' وہیں کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی اور ان میں سے کوئی بھی کسی اسلامی مدرسہ کی پیداوار نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ اور اُن کے ہم نوا پاکستان اور دوسری مسلم حکومتوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ دینی مدارس کے منتظمین' اساتذہ اور طلباء کو دہشت زدہ کریں۔ یہ طرزِ عمل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یورپین یونین کی طرف سے دینی مدارس میں اصلاحات نافذ کرنے کے لیے دو ارب ڈالر کی امداد سے جو کام نہیں ہو سکا وہ اب اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بالجبر کرانا چاہتے ہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے لوگوں کو دہشت زدہ کر کے اور اپنی مرضی کی اصلاحات بالجبر نافذ کرا کے وہ اسلام کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ تجربہ بھی کیا جا چکا ہے اور ناکام ثابت ہو چکا ہے۔ روس میں کمیونزم انقلاب کے بعد وہاں کی مسلم ریاستوں کے دینی مدارس میں اصلاحات نافذ نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان کو ختم کر دیا گیا تھا۔ صرف دینی مدارس کو ہی نہیں بلکہ مساجد' نماز' روزہ' قرآن غرضیکہ انہوں نے اپنی دانست میں سب کچھ ختم کر دیا تھا اور اسلام کو جڑ سے اکھاڑ کے پھینک دیا تھا۔ اس کے بعد اُن ریاستوں میں پیدا ہونے والے بچوں نے کمیونسٹ معاشرے میں آنکھ کھولی' اسی میں پلے بڑھے' روس کے بے خدا نظامِ تعلیم میں تعلیم و تربیت حاصل کی' وہ تو اللہ اور رسول کے نام سے بھی واقف نہیں تھے' تو کیا وہاں سے اسلام ختم ہو گیا؟ اگر ختم ہو گیا تھا تو یہ چیچنیا' ازبکستان' تاجکستان وغیرہ کے مجاہدین کہاں سے آ گئے؟ یہ کس دینی مدرسہ کی پیداوار ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ روس کے سیاسی جبر واستبداد کی پیداوار ہیں۔ ایک عدل و انصاف پر مبنی نظام کی تلاش نے انہیں

(باقی صفحہ نمبر 9 پر)

بانیٔ محترم کا دورۂ کراچی

بانیٔ محترم 18 جولائی کو کراچی پہنچے۔ ان کا پہلا پروگرام ''آج'' ٹی وی چینل پر مذاکرہ کی ریکارڈنگ کا تھا۔ بعد نماز عصر مختلف رفقاء نے ان سے ملاقاتیں کیں۔ یہ ملاقاتیں اگلی صبح بھی جاری رہیں اور 19 جولائی کو بعد نماز عصر ''آج'' ٹی وی چینل پر دوبارہ ریکارڈنگ تھی۔ 20 جولائی کی صبح بزرگ رفیق سراج الحق سید صاحب کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ بعد نماز عصر مختلف شخصیات سے ان کی انفرادی ملاقاتیں تھیں۔ بعد نماز مغرب ممتاز تاجر جناب جاوید طاہر صدیقی صاحب کی رہائش گاہ پر سوال و جواب کی نشست تھی۔ 21 جولائی کو صبح گیارہ بجے اے آر وائی پر حضرت فاطمۃ الزہراء ؓ کی سیرت پر گفتگو ریکارڈ کی گئی۔ بعد نماز عشاء تنظیم وسطی کراچی کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں انہوں نے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا۔ یہ اجتماع سنگم گراؤنڈ بلاک نمبر 9 فیڈرل بی ایریا میں منعقد ہونا تھا جس کے لیے انتظامیہ سے پیشگی اجازت حاصل کر لی گئی تھی، لیکن بوجوہ آخری ساعتوں میں یہ اجازت منسوخ کر دی گئی۔ ''پاکستان میں نظام خلافت' کیا' کیوں اور کیسے؟'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

جس طرح برطانوی راج کے دوران برصغیر میں انگریز وائسرائے تاج برطانیہ کے احکامات ہندوستان میں جاری کرنے کا پابند تھا' اسی طرح مسلمان حکمران ملک میں اللہ کے خلیفہ کی حیثیت سے اس کے احکامات جاری کرنے کا پابند ہے۔ جن معاملات میں اللہ کے واضح احکامات موجود ہوں' حکمران ان احکامات سے انحراف نہیں کر سکتا۔ البتہ جہاں ایسا نہ ہو' وہ مسلمانوں کے ساتھ مشاورت کے ذریعہ قانون نافذ کر سکتا ہے۔ پاکستان کے قیام کے مقصد کے حصول کے لیے نظام خلافت کا رائج کیا جانا ضروری ہے' کیونکہ فی الحال ہم سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کے مطابق گو انفرادی طور پر مسلمان سہی' اجتماعی سطح پر ہم ایک کافرانہ' ظالمانہ اور فاسقانہ نظام کے تحت زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ دستور میں قرارداد مقاصد کی موجودگی کے باوجود مملکت خداداد میں ہر سطح پر قرآن و سنت کی عملی بالادستی نہیں۔ ہماری معیشت سود پر مبنی ہے' اور اس طرح ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ معاشرتی سطح پر مغرب کی مادر پدر آزاد معاشرت کو نافذ کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کا نعرہ ہے کہ قوت کا سرچشمہ عوام ہیں' جو ایک مشرکانہ نعرہ ہے' کیونکہ قوت کا سرچشمہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نظام خلافت ایک ایسی جماعت ہی نافذ کر سکتی ہے جس کی بنیاد بیعت پر ہو اور اس کے ارکان اپنے امیر کے ہر حکم کو ماننے کے پابند ہوں جو خلاف شریعت نہ ہو' اور جو نبی اکرم ﷺ کے طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے نظریۂ توحید کی دعوت' قرآن کی رہنمائی میں کارکنوں کی تنظیم و تربیت اور اس راہ میں درپیش مصائب پر انہیں صبر کی تلقین کرتی ہو۔ البتہ مسلمان حکمرانوں اور جدید ترین اسلحے سے لیس باقاعدہ فوج کی موجودگی میں مسلح تصادم کے راستے کو ترک کر کے دنیا میں رائج اجتماعی طریقۂ کار پر عمل پیرا ہو کر وطن عزیز میں برائیوں کا خاتمہ کر کے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے میں مصروف ہو۔ تنظیم اسلامی اسی طریقۂ کار پر عمل پیرا ہے۔ اس اجتماع میں تقریباً دو ہزار خواتین و حضرات نے شرکت کی۔

اگلی صبح یعنی 22 جولائی کو ڈاکٹر نجم الحسن اور فہیم اختر صدیقی صاحبان نے معتمد تنظیم اسلامی گلستان جوہر طارق سعید صاحب کے ہمراہ ان سے ملاقات کی۔ مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' ڈیفنس میں اجتماع جمعہ سے ''دہشت گردی'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

ہر وہ عمل جس کا تعلق معاشرے میں خوف کا ماحول پیدا کرنا ہو دہشت گردی ہے۔ حکومتیں جنگ کی بھرپور تیاری اس لیے رکھتی ہیں' تاکہ دشمن ملک پر خوف اور رعب طاری ہو۔ ہمارے دین نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ دہشت گردی کی دوسری قسم ریاستی دہشت گردی ہے جو کسی ملک کی حکومت اپنے ہی ملک کے عوام پر ان کے حق خود ارادیت کے مطالبہ پر روا رکھتی ہے۔ اس قسم کی دہشت گردی کا آج کشمیر' فلسطین' چیچنیا' فلپائن وغیرہ کے مسلمانوں کو سامنا ہے۔ اسی دہشت گردی کا نتیجہ ہے جس کا ردعمل آج دنیا میں ظاہر ہو رہا ہے۔ جو لوگ اس قسم کی دہشت گردی میں ملوث ہیں ان کا رویہ ناراض بچے کا سا ہے' جس کی نادانی کی بناء پر دنیا میں مسلمانوں پر مصائب ہو رہا ہے۔ یہ مسئلے کا حل تو نہیں لیکن دنیا کو بھی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ریاستی دہشت گردی کے یہ سلسلہ بند کروائے' اس کے برعکس رویہ دہشت گردی میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے' دنیا میں امن کا قیام اس طرح ممکن نہیں۔ البتہ مسلمانوں کے لیے اس کا واحد حل یہ ہے کہ وہ دنیا کے کسی مسلم مملکت میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی کے قیام و نفاذ کی جدوجہد میں شامل ہوں' اس کے نتیجے میں دنیا کے سامنے اسلام کا حقیقی چہرہ آئے گا۔ ہمارے حکمرانوں نے افغانستان میں روسی جارحیت کے موقع پر جو پالیسی اختیار کی تھی اور جسے صدر پرویز مشرف نے درست قرار دیا ہے' اسی کے نتائج ہیں جنہیں ہم پاکستانیوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ ماضی میں جنہیں مجاہدین قرار دیا جاتا تھا اور جنہوں نے شوق شہادت میں اپنی جانیں فی سبیل اللہ دیں' جبکہ حکومت کو ایک فوجی تیار کرنے میں لاکھوں روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں' وہ آج دہشت گرد ٹھہرائے جا رہے ہیں۔ حکومت کو ان کی پکڑ دھکڑ کا حق حاصل ہے لیکن اس سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ مزید یہ کہ مدرسوں سے مقابلہ سیاست دانوں کے بس کی بات نہیں' کیونکہ ایوب خان جیسا فیلڈ مارشل مدرسوں کو زیر دام نہیں لا سکا تھا۔ مدرسوں سے چھیڑ خانی بہت برے نتائج کی حامل ہو سکتی ہے' لہٰذا حکومت کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی کے ڈانڈے بیرون ملک سے ملتے ہیں۔ ہمارے ہاں شیعہ سنی کا کوئی مسئلہ نہیں۔ حکومت کو فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے ان باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اسی روز شام پانچ بجے کرنل محمد عبدالمغنی صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی اور بعد نماز عصر بلجیم کی ایک خاتون نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بعد نماز عشاء محمود ربانی صاحب کے صاحبزادے کا نکاح مسجد عثمان' فاران کلب میں پڑھایا۔ اگلی صبح وہ عازم لاہور ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے دورے کی برکات سمیٹنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: محمد سمیع)

ماہانہ دعوتی و تربیتی اجتماع تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی

مورخہ 31 جولائی بروز اتوار تنظیم اسلامی کا ماہنامہ دعوتی و تربیتی اجتماع صبح دس تا نماز ظہر جامع مسجد خدام القرآن اکیڈمی روڈ والٹن میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ حافظ محمد عبداللہ نے سورۃ الحشر کی آخری آیات کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازاں انہی آیات مبارکہ پر محترم اللہ بخش صاحب نے درس قرآن دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان آیات کا اصل موضوع فکر آخرت ہے' اور بتایا کہ لفظ ''کل'' (غد) پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مزید فرمایا کہ فکر آخرت کے ساتھ ذکر قرآن بھی ضروری ہے۔ درس قرآن کے بعد مہمان مقرر جناب عبدالرشید رحمانی صاحب نے بڑی پُراثر گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مخاطب دراصل نوجوان ہیں اور باقی سینئر احباب میرے محاسب ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ آج ہم میں سب سے بڑی کمی نظم کی خلاف ورزی اور محبت کا فقدان ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ اللہ اپنے بندوں پر کتنا رحیم ہے وہ تو اپنے بندوں سے 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے' لہٰذا ہمیں اسی کی بندگی کرنی چاہیے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیے اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے اور ہماری زبانوں پر یہ شعر جاری ہو کہ ؎

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

چائے کے وقفہ کے بعد محمد مبشر صاحب نے مرض نفاق اور اس کے علاج کے موضوع پر سورۃ المنافقون کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ بعد ازاں چند رفقاء نے موجودہ دور میں نہی عن المنکر کی اہمیت پر تقاریر کیں۔ آخر میں راقم نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے انہیں اپنی دینی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ اگرچہ حالات انتہائی پُرآزمائش ہیں' لیکن ہمیں استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے اور درج ذیل شعر کی روشنی میں اپنے حصے کا کام کرنا ہے:

شکوۂ ظلمتِ شب سے کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

اور یوں نماز ظہر کے وقت یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس اجتماع میں 70 کے قریب رفقاء و احباب

نے شرکت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین! (رپورٹ: قرۃ العین)

حیدر آباد میں ماہانہ تربیتی و دعوتی پروگرام

23 جولائی کی شام کراچی کے 11 رفقاء اپنے حیدر آباد اسرے کی رفقاء کی نصرت کے لئے سہ پہر ساڑھے چار بجے روانہ ہوئے اور نمازِ مغرب کے وقت وہ جامع مسجد، بھٹائی نگر، حیدر آباد پہنچے جہاں تربیتی پروگرام کا انعقاد ہونا تھا۔ محترم علی اصغر عباسی صاحب رفقاء کے استقبال کے لیے مسجد میں موجود تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد رفقاء کا تعارف جامع مسجد کے خطیب صاحب سے کروایا گیا۔ اس کے بعد محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے مسجد کے آداب کی تذکیر کے لیے رفقاء کے ساتھ ایک مذاکرہ کنڈکٹ کروایا۔ یہ سلسلہ اذانِ عشاء تک جاری رہا۔ نصرت کے لیے جانے والے رفقاء کی تعداد مقامی رفقاء سے کہیں زیادہ تھی کیونکہ صرف دو مقامی رفقاء موجود تھے۔ بعد ازاں ایک اور رفیق تشریف لائے جو عشاء کے بعد شجاع الدین صاحب کا درسِ قرآن سن کر واپس تشریف لے گئے۔ یہ صورتِ حال ایسی تھی گویا کہ کراچی کے رفقاء ان کی نصرت کے لیے نہیں بلکہ یہ حضرات کراچی کے رفقاء کی نصرت کے لیے تشریف لائے تھے۔ حالانکہ گزشتہ چار ماہ سے تسلسل کے ساتھ یہ پروگرام منعقد ہو رہا ہے۔ ہم تمام رفقاء پر لازم ہے جیسا کہ مطلوبہ اوصاف کی فہرست میں درج ہے کہ ہم گاہے بگاہے اس بات کا مراقبہ کرتے رہیں کہ کیا واقعی ہم اس مشن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے شامل ہوئے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اہم بات ہمارے ذہنوں سے نکل رہی ہو۔ بعد نمازِ عشاء شجاع الدین صاحب نے سورۃ الحشر کے آخری رکوع کی پہلی آیت پر درسِ قرآن دیتے ہوئے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کی جانب توجہ دلانے کے لیے یہ فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور تم میں سے ہر نفس یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔ یعنی آخرت کے لیے کیا کمائی کی ہے۔ انسان کے عمل کا محرک آخرت پر ایمان ہی ہو سکتا ہے کیونکہ جب دنیا میں جھوٹ بولنے پر کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں تو وہ کیوں سچ بول کر اپنے لیے کامیابی کے دروازے بند کرے جب تک اسے یہ یقین نہ حاصل ہو کہ دنیا کی کامیابی عارضی ہے۔ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے جو بہتر بھی ہے اور دائمی بھی۔ لیکن آخرت کی کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا لازمی ہے اور یہی تقویٰ ہے۔ اس موقع پر تقریباً دس نمازی حضرات بھی موجود تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد قریبی ہوٹل میں علی اصغر عباسی صاحب نے رفقاء کے لیے طعام کا انتظام کر رکھا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ ہوٹل میں ٹیلی ویژن پر وہی فریضہ ادا کیا جا رہا تھا جس کو روکنے کے لیے ہر مسلمان پر اور خصوصاً اسلامی حکومتوں پر اللہ تعالیٰ نے نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی لازم قرار دیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری حکومت کا کردار اس کے برعکس ہے یعنی اس کی سرپرستی میں معاشرے میں فحاشی و عریانی کا سیلاب پھیلتا جا رہا ہے۔ ہم پر مون سون میں کثرت سے بارشوں کے نتیجے میں اور اب اپنے ہمسایوں کی مہربانی سے جو سیلاب آتا ہے اس پر تو ہمارے ہاں بڑا واویلا کیا جاتا ہے۔ خود اس سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے اور حکومت پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو پہنچنے والے نقصانات کی تلافی کرے لیکن معاشرہ میں عریانی و فحاشی کا سیلاب امڈا چلا آ رہا ہے اور کیبلو کے ذریعے لوگ جس اخلاقی تباہی کی زد میں ہے اس کے خلاف سوائے دینی جماعتوں کے کسی جانب سے بھی کوئی آواز بلند نہیں ہوتی۔ دوسری جانب کچھ جدید مسلم اسکالرز اب یہ کہنے میں جھجک محسوس نہیں کرتے کہ حکومت پر ایسا کوئی فریضہ نہیں۔

اگلی صبح جب رفقاء کو تہجد کے لیے اٹھایا گیا۔ قرآن میں ہے: شیطان لوگوں کو ان کے اعمال کو مزین کر کے دکھاتا ہے تاکہ وہ اس کے فریب میں آ جائیں۔ موسیقی کے اس ماحول میں رفقاء اللہ تعالیٰ کے حضور اس سے اپنا تعلق مضبوط بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ نمازِ فجر کے بعد محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے اس حدیث مبارکہ کا مطالعہ کروایا جس میں دو باتوں کی ترغیب دی گئی تھی۔ یعنی باہمی الفت و اخوت کے فروغ اور لوگوں کو نفع رسانی جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اس کے بعد استراحت کے لیے وقفہ ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے اسی ہوٹل میں رفقاء نے ناشتہ کیا اور اس کے بعد ہم ماہانہ دعوتی پروگرام کی تیاریوں کے لیے پریس کلب کی جانب روانہ ہوئے۔ درمیان میں نقیب اسرہ حیدر آباد کی رہائش گاہ ہے جہاں ان کی عیادت کے لیے ہم رکے۔ محترم جناب عبدالقادر صاحب اپنے تمام تر جسمانی عوارض کے باوجود حیدر آباد میں تنظیم کی دعوت کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، انہیں صحت کاملہ و عاجلہ سے نوازے۔ آمین!

پریس کلب پہنچ کر رفقاء نے آڈیٹوریم میں بینرز اور ہینگرز آویزاں کیے اور باہر مکتبہ لگانے میں منہمک ہو گئے۔ ساڑھے گیارہ بجے شجاع الدین شیخ صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت 177 کی روشنی میں نیکی کی اصل حقیقت بیان کی۔ نیکی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی وقت قبول ہوتی ہے جب نیکی کرنے والا ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت پر یقین رکھتا ہو۔ نیکی کی ترتیب میں سب سے پہلے اللہ کی راہ میں رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور جن کی گردن پھنسی ہوئی ہو ان پر خرچ کی بات کی گئی ہے، اس کے نماز اور زکوٰۃ کا تذکرہ آیا جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی علامات ہیں۔ اس کے بعد معاملات میں ایفائے عہد جس کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس میں ایفائے عہد نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ آخر میں صبر کے مرحلوں، بھوک اور تنگی اور جنگ کے موقع پر ثابت قدمی کی بات کی گئی۔ یہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہیں اور نیکی کی چوٹی یہ ہے کہ انسانیت کو ظلم جبر اور استحصال سے آزاد کروانے کے لیے اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے نفاذ و قیام کی اجتماعی جدوجہد کی جائے۔ یہی تمام انبیاء و رسل کا مشن رہا ہے اور اسی مشن کی تکمیل اللہ کے رسول ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب کی حد تک کر دی اور یہ پیشین گوئی بھی فرما دی کہ قیامت سے قبل تمام روئے ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام عمل میں آئے گا۔ تنظیم اسلامی نظامِ عدل اجتماعی کے قیام کے لیے کوشاں ہے اور اسی کی دعوت لوگوں کو پیش کر رہی ہے۔ تقریباً ایک سو خواتین و حضرات اس پروگرام میں شریک تھے۔ پروگرام کے اختتام پر ہمارا قافلہ واپس کراچی کے لیے روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنی رضا کے حصول سے نوازے۔ آمین! (رپورٹ: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کا ماہانہ تربیتی اجتماع

17 جولائی بروز اتوار صبح دس بجے تنظیم اسلامی لاہور وسطی کا نصف روزہ تربیتی پروگرام زیرِ قیادت امیر تنظیم اسلامی لاہور وسطی جناب مجیب الرحمٰن صاحب 37 حق سٹریٹ اُردو بازار دفتر تنظیم اسلامی میں منعقد ہوا انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیات 254 تا 257 کی تلاوت کا شرف حاصل کیا اور تلاوت شدہ آیات کا سلیس بامحاورہ ترجمہ و تشریح اور مختصر تفسیر بیان کی۔ خالد مختار صاحب نے خلفاء راشدین عثمان بن ابو قحافہ ؓ، حضرت ابوبکر صدیق ؓ یارِ غار رسول ﷺ کی ولادت سے وفات تک حیاتِ طیبہ و مطہرہ کا ہر پہلو سے ذکرِ خیر حدیث مبارکہ اور بزرگانِ اسلاف کے اقوال کی روشنی میں دلنشین انداز میں پیش کیا۔ مقررِ ثانی جناب نثار احمد صاحب نے اپنی سلسلہ وار گفتگو "حقیقتِ ذکر بذریعہ قرآن" کو مزید بڑھاتے ہوئے کہا کہ بنیادی اور اساسی شے قرآن پر ایمان کامل لانا ہے کیونکہ قرآن مجسم ذکر ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو تذکیر بالقرآن کے لیے روزانہ کی بنیاد پر کچھ وقت وقف کرنا چاہئے۔ جناب امجد محمود صاحب نے "مسائل نماز" کے حوالے سے نمازِ عصر، نمازِ مریض اور نمازِ خوف پڑھنے اور اس کے مسائل سے آگاہ کیا نیز موصوف نے مؤذن اور امام کے فرائض اور اذان اور اقامت کی فضیلت اور عظمت کا بھی ذکر کیا۔ نعیم اختر عدنان امیر تنظیم اسلامی شاہدرہ نے بھی پروگرام میں شرکت کی اور اپنا تفصیلی اور اجمالی تعارف رفقاء تنظیم اسلامی وسطی سے کرایا۔ جناب مجیب الرحمٰن صاحب کی خصوصی دعوت پر تنظیم اسلامی کے ناظم نشر و اشاعت محترم جناب مرزا ایوب بیگ اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر وقتِ معین پر پروگرام میں شریک ہوئے اور اپنا تعارف پیش کیا۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ ہر رفیق کو اپنے حصہ کا کام لگن، محنت اور خوش دلی سے کرنا چاہئے اور ہر رفیق کا اسرہ کی میٹنگ میں باقاعدگی اور تواتر سے شرکت کرنا، نظم بالا کی اطاعت کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی وہ رفیق اپنی ذمہ داری اور فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ اس کے بعد نظم بالا کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے کہ نظم بالا اقامت دین کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کرتی ہے۔ موصوف نے حالاتِ حاضرہ پر بھی روشنی ڈالی اور رفقاء کے سوالات کے شافی و کافی جواب دیئے۔ آخر میں امیر تنظیم وسطی نے حالیہ شمارہ "ندائے خلافت" سے ایک اقتباس "رزق حلال کا حصول" پڑھ کر سنایا تاکہ ہر رفیق انفرادی معاش کے حصول میں ان زریں اصولوں کو اپنا کر رزق حلال حاصل کرنے کی کاوش کرے۔ اس تربیتی پروگرام میں 45 رفقاء اور احباب نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نمازِ ظہر کے بعد اجتماعی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ تمام حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام نئے رفقاء سے تعارفی پروگرام

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے علاقہ فیروز پور روڈ پر واقع فیکٹری اسٹچ کرافٹ کے ملازمین کے ایک گروپ نے کیبل نیٹ پر بانیٔ تنظیم کے پروگرام "بیان القرآن" سے متاثر ہو کر تنظیم میں شمولیت کا فیصلہ کیا اور بعد ازاں اللہ کی تائید و توفیق سے تنظیم سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ رب العزت انہیں استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

تنظیم اسلامی چھاؤنی کے ماہانہ اجلاس ماہ جولائی میں نئے رفقاء سے تعارفی ملاقات کا پروگرام ہونا طے پایا جو کہ امیر حلقہ کی اجازت سے تشکیل دیا گیا۔ مورخہ 18 / جولائی بروز اتوار یہ پروگرام جامع مسجد خدام القرآن اکیڈمی روڈ والٹن میں منعقد ہوا جس میں 16 نئے رفقاء سمیت 32 رفقاء نے شرکت کی۔

پروگرام کے آغاز میں امیر تنظیم لاہور چھاؤنی نے رفقاء کو خوش آمدید کہا اور ان پر اجتماعیت کی اہمیت اور تقاضے حدیث کی روشنی میں بیان کئے اور مزید یہ کہا کہ اپنی نیتوں کو اللہ کی رضا کے لیے خالص کر لیجیے۔

امیر حلقہ لاہور ڈویژن جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے پروگرام کو آگے بڑھاتے ہوئے نئے رفقاء کو باہمی تعارف کروانے کی دعوت دی۔ اس کے بعد 16 نئے رفقاء نے باری باری اپنا تعارف کروایا۔

باہمی تعارف کے بعد امیر حلقہ جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے تنظیم اسلامی کے جھنڈے کے رنگ اور مونوگرام پر گفتگو کے لیے محمد مبشر صاحب کو دعوت دی۔ جنہوں نے سورۃ الحدید کی روشنی میں انبیاء کی بعثت کے مقصد نظام عدل وقسط کا قیام کی وضاحت فرماتے ہوئے مونوگرام میں موجود ترازو اور قرآن کے تعلق پر روشنی ڈالی۔ اُنہوں نے جھنڈے میں موجود نیلے اور سبز رنگ کے بارے میں آگاہ کیا کہ نیلا رنگ آفاق اور سبز اسلام کی علامت ہے اور سبز رنگ یعنی اسلام نیلے رنگ آفاق پر غالب ہوا چاہتا ہے۔

اس کے بعد امیر حلقہ نے تنظیم اسلامی کے انتظامی ڈھانچہ کے بارے میں رفقاء کو تفصیل سے بتایا کہ مرکز میں کون کون سے شعبے قائم ہیں اور مرکز حلقہ جات کی سطح پر کس طرح کام ہوتا ہے بعد ازاں امیر حلقہ نے ذاتی احتسابی رپورٹ کو رفقاء میں تقسیم کر کے اس کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دین پر عمل پیرا ہونے میں یہ رپورٹ کس قدر ممد و معاون ہو سکتی ہے۔

امیر حلقہ نے دینی فرائض کے جامع تصور کو ملٹی میڈیا کے ذریعے واضح کرتے ہوئے عبادت رب شہادت علی الناس اور اقامت دین کے فریضے کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں واضح کیا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کو ظہرانہ پیش کیا گیا اور یوں نماز ظہر پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں اقامت دین کی جدوجہد کے لیے قبول فرمائے اور اس کے ہمیں اپنا تن من دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(عبدالرزاق' معتمد تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی)

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع

13'14'15 نومبر (اتوار'پیر'منگل)

بمقام: فردوسی پارک' موضع دراجکے (سادھوکی) منعقد ہوگا۔

المعلن: ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

پریس ریلیز — 5 اگست 2005ء

دہشت گردی کا پس منظر و پیش منظر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے جامع القرآن قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں نماز جمعہ کے اجتماع سے "دہشت گردی کا پس منظر اور پیش منظر" بیان کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور اس کے پشت پناہ یہودی ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے انہوں نے اپنے فوری مد مقابل روس کا اسلامی جہاد کے نام پر دنیا بھر سے مسلمانوں کو میدان میں لا کر بیڑہ غرق کر دیا اور اس کے بعد انہی مسلمانوں کو دہشت گردی کے نام پر نیست و نابود کرنے کے درپے ہیں' جنہیں وہ مستقبل میں اپنے عالمی تسلط کی راہ میں رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے مسلمان حکمران خود اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اس کام میں آلۂ کار بنے ہوئے ہیں اور ہمارے صدر صاحب سب سے پیش پیش ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مسلمانوں کا' خصوصاً جنہوں نے اس سے قبل اسلامی جہاد میں حصہ لیا ہے' اس ظلم اور استحصال کے خلاف ردعمل فطری ہے' مگر انہیں پُرتشدد کارروائیوں سے ہٹ کر اپنی تمام قوت یکجا کر کے اسلام کے غلبہ کے لیے میدان میں آنا چاہیے اور اس کے لیے کسی ایک ملک کو ٹارگٹ بنانا چاہیے۔ اس کے نتیجہ میں اگر کسی ایک ملک میں بھی اسلام کا حقیقی نظام قائم ہو گیا تو باطل اپنی موت خود مر جائے گا۔

(معتمد ذاتی: سردار اعوان)

حقوقِ نسواں یا فرائضِ نسواں

اسلام نے کسب رزق کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی ہے' اسے فکر معاش سے آزاد کر رکھا ہے۔ اہل مغرب نے ترقی اور حقوق کے نام پر عورت پر خاندان کی کفالت کا بوجھ ڈال دیا ہے' اب اسے اپنے فطری وظائف کے ساتھ ساتھ اپنے بال بچوں کے لئے روزی بھی کمانی پڑتی ہے' یعنی اس کے کندھوں پر دوہری ذمہ داریوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔ مغرب کے مرد نے بڑی کمال مکاری اور ہوشیاری کے ساتھ اسے حقوق نسواں اور آزادی نسواں کا نام دے رکھا ہے حالانکہ صریحاً حقوق نسواں نہیں ہے بلکہ فرائض نسواں ہے' یہ آزادی نسواں سے زیادہ غلامی نسواں ہے۔ اس تحریک کے بہت ہی ناخوشگوار نتائج سامنے آئے ہیں۔ عورت عورت پن سے محروم ہو گئی ہے' ہر تیسری شادی کا انجام طلاق ہے' گھر ویران ہیں' دفتر آباد ہیں' بڑے بوڑھے اولڈ ہومز میں زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری موجودہ حکومت نتائج سے بے خبر ایسی ہی پالیسی پر گامزن ہے۔ (مظہر علی ادیب)

غزہ سے اسرائیلیوں کی واپسی

اسرائیل کی کابینہ نے فلسطین کے علاقے غزہ سے یہودی آبادکاری ختم کرنے کے سلسلے میں پہلے مرحلے کی منظوری دے دی ہے۔ اس کے تحت اگلے ہفتے سے یہودی غزہ سے نکلنا شروع ہو جائیں گے۔ پہلے مرحلے میں غزہ کی 21 جب کہ مغربی کنارے کی 120 میں سے چار یہودی بستیاں ختم کر دی جائیں گی۔ فلسطینی اتھارٹی نے اس اعلان پر خوشی کا اظہار کیا ہے تاہم اِسے کچھ تحفظات بھی ہیں۔

کابینہ کے اس فیصلے کے خلاف اسرائیلی وزیرِ خزانہ اور سابق وزیر اعظم بن یامین نیتن یاہو نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ فی الحال اسرائیلی اقدامات سے تو یہی لگتا ہے کہ اسرائیل غزہ اور مغربی کنارے سے یہودی بستیاں ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے یعنی جب اس فیصلے پر عمل درآمد ہوگا تب ہی مسلمانوں کو اسرائیلی حکومت کے سنجیدہ ہونے کا احساس ہوگا' ورنہ اب تک کیے گئے تمام اقدامات روایتی مکاری سمجھے جا رہے ہیں۔

برطانوی اقدامات اور اصل صورت حال

برطانیہ' فرانس اور دیگر چند یورپی ممالک نے ان مسلم رہنماؤں کو اپنے ہاں سے نکال دیا ہے جنہیں وہ شدت پسند سمجھتے تھے۔ شاید انہیں یقین ہے کہ اس طرح وہ جنگ و جدل کا نشانہ نہیں بنیں گے۔ کیا ان کی سوچ درست ہے؟ اس ضمن میں لندن کے میئر کین لیونگ سٹون کا مضمون قابلِ تعریف ہے جو حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ برطانیہ کو دہشت گردی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ برطانوی فوج عراق سے واپس آ جائے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ برطانوی حکومت نے عراق میں مسلمانوں کے قتلِ عام میں امریکا کی مدد کر کے مسلم نوجوانوں کو چراغ پا کر دیا ہے اور وہ بدلے میں دشمنوں کا خون چاہتے ہیں۔

موریطانیہ میں فوجی انقلاب

موریطانیہ افریقہ کا ایک اہم ملک ہے۔ پچھلے ہفتے وہاں فوج نے صدر معاویہ طایا کی حکومت کا تختہ اس وقت الٹ دیا جب وہ شاہ فہد کی تدفین میں شرکت کرنے سعودی عرب گئے ہوئے تھے۔ فوج نے کرنل محمود وال کو ملک کا سربراہ بنایا ہے اور انتظامی معاملات چلانے کے لیے فوجی کونسل برائے جمہوریت قائم کی گئی ہے۔

ایودھیا کے مسلمان

بابری مسجد تنازع کے سبب ایودھیا پچھلے کئی برس سے عالمی ذرائع ابلاغ کی نگاہوں کا مرکز بنا چلا آ رہا ہے۔ اس آفت کے باعث سب سے زیادہ مصیبت میں ایودھیا کے مسلمان مبتلا ہیں جن کی آبادی اب صرف دو ہزار رہ گئی ہے۔ 1992ء میں بابری مسجد کی شہادت سے قبل یہاں بڑی تعداد میں مسلمان آباد تھے۔ وہ انتہا پسند ہندوؤں کے حملوں کی وجہ سے نقل مکانی کر گئے۔ اب بھی وشوا ہندو پریشد نے بچے کھچے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔

ایودھیا کے مسلمان معاشی اعتبار سے کمزور اور غریب طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ سلائی کڑھائی' جوتے بنانا اور دیگر چھوٹے موٹے کام ان کے ذریعہ معاش ہیں۔ 1992ء سے پہلے مقامی ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تعاون کی فضا تھی مگر انتہا پسند ہندو جماعتوں نے اب ان کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کر دی ہے۔

آج کل ہر کوئی اسلامی جماعتوں پر انگلی اٹھاتے ہوئے انہیں دہشت گرد قرار دے رہا ہے' مگر کوئی بھی ان ہندو اور عیسائی تنظیموں پر انگلی نہیں اٹھاتا جنہوں نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ بھارت' روس' فلپائن' تھائی لینڈ' اسرائیل' سربیا وغیرہ مسلمانوں کے خلاف جو ریاستی دہشت گردی جاری ہے' اُس کے خلاف عالمی ذرائع ابلاغ میں کوئی چرچا نہیں ہوتا۔ اس امر سے صاف ظاہر ہے کہ ایک منظم منصوبے کے ذریعے پوری دنیا میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت وعداوت پھیلائی جا رہی ہے۔

مصر کے انتخابات

مصر میں 7 ستمبر کو صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں۔ ان میں صدر حسنی مبارک سمیت 11 امیدواروں کے مابین کیل کانٹے کا مقابلہ ہوگا۔ انتخابات کے لیے 90 امیدواروں نے کاغذات جمع کروائے تھے یعنی ان میں سے صرف 11 اہل پائے۔ دراصل انتخابات میں شرکت کے لیے ضروری ہے کہ پارلیمنٹ اور میونسپل کارپوریشنوں کے 250 ارکان امیدوار کی حمایت کریں۔ یہ شرط پوری نہ ہونے کے باعث اکثر اُمیدواروں کے کاغذات نامزدگی مسترد کر دیئے گئے۔

مصری صدارتی انتخابات میں حکمران نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے حسنی مبارک' حزبِ اختلاف کی سب سے بڑی جماعت 'الوفد لبرل پارٹی کے نعمان غوما اور الغد پارٹی کے امیدوار ایمان انور کے مابین سخت مقابلہ متوقع ہے۔ صدارتی انتخابات کے لیے 17 اگست سے انتخابی مہم کا آغاز ہوگا۔ یاد رہے کہ مصر کی سیاسی تاریخ میں پہلی بار ایک سے زائد امیدوار انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔

سوڈان میں ہنگامے

11 اگست کو سوڈان کے نائب صدر جان گیرنگ فضائی حادثے میں ہلاک ہو گئے جس کے بعد خرطوم میں ان کے حامیوں نے فساد برپا کر دیا۔ اگلے چند دنوں میں ہنگاموں کے باعث کئی افراد مارے گئے جب کہ بیسیوں زخمی ہوئے۔ جان گیرنگ حال ہی میں سوڈان کے نائب صدر بنے تھے۔ ان کی تقرری ایک معاہدے کے ذریعے عمل میں آئی تھی جس کے ذریعے جنوبی علاقوں میں جاری بیس سالہ خانہ جنگی ختم ہو گئی تھی۔

ایران کا دلیرانہ فیصلہ

نئی ایرانی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ اگر یورپی یونین نے اس کے مطالبات تسلیم نہ کیے تو وہ بہت جلد یورینیم کی افزودگی شروع کر دے گا۔ یاد رہے کہ اس عمل ہی سے وہ یورینیم بنایا جاتا ہے جو ایٹم بم کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔ ایران کا یورپی یونین سے مطالبہ ہے کہ اُسے یورینیم کی افزودگی کرنے کا حق دیا جائے مگر یورپی ممالک یہ مطالبہ تسلیم نہیں کر رہے۔ یاد رہے کہ اگر ایران کا ایٹمی منصوبہ جاری رہا تو اسرائیل اپنے حواری امریکا کے ساتھ مل کر ہوائی حملوں کے ذریعے ایرانی ری ایکٹر تباہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان خلیج

بھارت کے وزیر خارجہ نٹور سنگھ نے اعلان کیا ہے کہ بھارت اور بنگلہ دیش کی چار ہزار کلومیٹر سرحد پر باڑ لگائی جائے گی تاکہ لوگوں کی غیر قانونی آمد اور اسمگلنگ کو روکا جا سکے۔ یہ تو بھارتی اعلان ہے مگر اندرونی بات یہ ہے کہ بھارت پاکستان اور جنوبی ایشیا کے دوسرے ممالک کی طرح بنگلہ دیش کو بھی الگ تھلگ کرنا اور باڑیں لگا کر اُسے اپنا طفیلی بنانا چاہتا ہے۔

عراق میں بے گناہوں کا خون

ایک رپورٹ کے مطابق امریکا اور برطانیہ کی پالیسیوں کے باعث عراق میں روزانہ ایک سو سے زائد شہری موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں۔ لگتا یہی ہے کہ یہ غیر ملکی فوج امن قائم کرنے کی غرض سے عراق میں نہیں آئے بلکہ ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ عراقیوں کو شیعہ' سنی اور کُردوں میں تقسیم کر کے اس مسلم ملک کا تیا پانچا کر دیں۔ وہ اب تک اپنے اس مقصد میں کامیاب نظر آتے ہیں کہ شیعہ اور سنی رہنما مل کر نیا آئین نہیں بنا سکے۔ عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے' اس کا ذمے دار صرف اور صرف امریکا ہے۔

innocent civilians. If you don't have any such reference, it means no portion of the Qur'an has been mis-interpreted.

To see the reason for the civilians getting killed you will have to look into the mirror. How many are innocent civilians out of the 128,000 butchered in Iraq so far and more than 25,000 dead in Afghanistan? You may not know because your forces do not put a tab on it and you consider it "collateral damage."

To answer your argument, let us go far back in history to the pre-Islam and pre-Christianity period. Remember Celtiberian slaves, who used to work in New Carthage silver mines. They regarded Roman legionnaires as weapons of terror designed to keep them in the mines. From time to time, these and other slaves secretly rose to attack the Romans, who, upon seeing a sentry assassinated or a detachment ambushed and annihilated, no doubt spoke feelingly about the use of "terrorist" tactics.

The question is: who had introduced this particular terror to this particular environment? The Romans. Had they options? Certainly: they could have kept their hands off the Iberian Peninsula, or they could have governed it justly and wisely. Instead, they came as conquerors ruled by greed, and, in turn, they ruled by oppression maintained by terror. What options did the natives hold either to rid them of the Roman presence or to convert it to a more salutary form? Only one: force. What kind of force? That which was limited to what their minds could evoke. Lacking arms, standing armies, training, and organization, they had to rely on wits, on surprise raids, ambushes, and massacres. Was this terror or counter-terror? Was this the result of misinterpreted Islam or the poisonous interpretation of freedom, democracy and liberation?

Mr. Blair, the same Roman paradox remained very much alive in the imperialist philosophy of your grand parents who invaded and occupied other people. By devious mental exercises conducted in the spiritual gymnasium of Christianity, your forefathers used colonizing powers and defended the double standard: force used by themselves to conquer and oppress became benevolence; counterforce used by natives became terror. Are not you following the same logic, only introducing misinterpretation of Islam as a new ploy to pit everyone against Muslims and Islam?

As you may have seen, Mr. Blair, from the above discussion that we can discuss the problem and reach a solution without maligning Islam or blaming its interpretation, it would be wise for you not to hide your crimes against humanity behind what doesn't exist at all: "the perverted and poisonous misinterpretation of the religion of Islam."

Notes:

[1]. For the last 400 years, most imperialism has been capitalist, but some socialist countries have also practiced it. Today, capitalist imperialism is struggling to survive.

[2]. NIETSCHMANN, B. 1987. The third world war. Cultural Survival Quarterly 11(3):1-16.

[3]. Please read "The Shadow" of Robert Asprey, edited by Double Day New York in 1975.

[4]. Robert Asprey , "The Shadow," edited by Double Day New York in 1975.

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' انہیں اس کورس کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے —— تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

نصاب

۱) عربی صرف ونحو
۲) ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
۳) آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
۴) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی (منتخب دروسِ قرآن)
۵) تجوید وحفظ
۶) مطالعۂ حدیث
۷) اصطلاحاتِ حدیث
۸) اضافی محاضرات

o کورس کا آغاز ان شاء اللہ یکم ستمبر سے ہوگا اور کورس کا دورانیہ نو (9) ماہ ہوگا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل' طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے' درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم برائے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون:03-5869501)

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 29

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

Blair, Let's put Islam aside

Mr. Blair, you are trying to make us believe that the London bombing was "an extreme and evil ideology whose roots lie in a perverted and poisonous misinterpretation of the religion of Islam." Let us put Islam aside for a moment and don't let it become a blinder, obstructing our view to see the whole truth.

Let us ask if it was Islam whose misinterpreted ideology starved 1.8 million Iraqis to death. Let us calculate and see that Iraqis have been subjected to more than 42.6 September 11s and 2461.5 July 7s since you invaded the country in 2003. Has this extremism been the result of some "perverted misinterpretation of Islam" or Christianity? If your answer is no, we better stop dragging Islam in this affair because what can motivate you to kill millions abroad can motivate others to kill a few dozens at home.

Imagine it the other way round. Let us agree with you that Muslims have killed 52 Britons and they are responsible for 9/11 and Bali and Madrid bombings. Now think of a coalition of countries that starves 1.8 million Britons to death and then starts bombing to slaughter 128,000 of them in little over two years time.

Will you prefer to become British Iyad Allawi or Hamid Karzai and assist in consolidation of occupation or you would prefer to resist the occupation? If you chose to resist occupation of UK, will it be because you are a terrorist and insurgent, inspired by misinterpretation of your religion, or because you are just a simple straight forward British individual who just doesn't like to live under oppression and occupation?

No matter how you and your fellow warlords may react to a foreign occupation of your country, it is less likely that your reaction would be inspired by misinterpretation of Islam or Christianity.

If you don't believe, think of your forefathers who were killed, defeated and thrown out of many places, including the United States. They were kicked out by your co-religionists: Christians. The Americans didn't accept you despite your ruling them for 2000 years. They were not inspired by Islam to stand up to the oppression of your forefathers. They just didn't want your ancestors to unjustly rule them as colonial masters. The same is happening to you today in Iraq and Afghanistan where the blood on your hands is still fresh.

Even if we agree that London bombing was the handy work of Muslims, Islam has little to do with it. Muslims are living in every corner of the world. Even if a fraction of 1.2 billion Muslims become victims of the "perverted misinterpretation of Islam," we will see a 9/11 every week in the Western world. Instead, it is the other way round. Iraqis alone have suffered to the magnitude of 42.6 9/11s since 9/11 at the hands of Christian armies.

Mr. Blair, you have to realize what others have realized long ago that the movements for liberation suggest the power of hope, of peoples' readiness to resist injustice and seek self-determination against seemingly impossible odds, invariably at extraordinary cost irrespective of the religious motivation. Religious motivation may play the role of fuel on the fire, but fire has to be there first, before any religion or its "misinterpretation" comes into play.

You would be only fooling yourself with selling us occupation as liberation. National liberation movements in all occupied lands are "peoples" movements seeking freedom, independence, and/or autonomy from what are perceived as oppressive and "alien" regimes. Oppressors and occupiers, with concentration camps for people resisting oppression, can never be liberators. What you are doing in collaboration with your buddy Bush is not something new. This process of world conquest by United Kingdome and other imperial states was very much part of the Eighteenth and Nineteenth centuries as a result of the rise of capitalism in Europe and later North America.[1]

In the Nineteenth and first half of the Twentieth centuries Euro-American imperialism reached it's peak, and there were dozens of "national liberation wars" - mostly indigenous peoples trying to defend their freedom and traditional ways of life. Note that all this happened without any inspiration from the "perverted misinterpretation" of Islam.

Resistance is always born out of popular discontent, and emerge not only to combat oppressive conditions but simultaneously to express aspirations for a different and more just society.

Mr. Blair, you cannot hide behind your lies about the "poisonous misinterpretation of Islam." Muslim or non-Muslims, every nation people will defend its identity and territory from break-up and eradication. Facing absorption and subjugation, many nations has had no other choice than to militarily resist the colonizing/conquering state.

This is a defensive reaction. To defend their nations from being annihilated, many peoples have taken up arms and engaged in wars of national liberation. However, to understand armed national liberation movements, it is necessary we strip away the camouflage terms and twisted explanations you give about Islam to hide the true nature of your deeds.

The very thing the oppressed are fighting for - the survival of their nation - is the focus of distortion and misrepresentation by terrorists like yourself and most journalists and academics. Don't believe me. Read Nietschmann from 1987.[2] Or consult Robert Asprey's work from 1975, where he states wars of national liberation are not acts of aggression or conquest, they are a defensive response to the aggression of the state.[3]

In his monumental two volume history of armed resistance against occupation, Robert Asprey highlights the paradox of conquering states accusing resistance movements of being "terrorists." He makes the important point that to define and condemn armed struggle by conquered and oppressed peoples as terrorism "is to display a self-righteous attitude that, totally unrealistic, is doomed to be disappointed by harsh facts."[4]

Mr. Blair, you may argue that the "terrorists" inspired by "misinterpretation of Islam" are killing innocent civilians. The first point to ask is, can you come up with any of the literature attributed to "Muslim terrorists" which refers to the Qur'an or Sunnah for deliberately killing